تاجدارِ ختمِ نبوت زندہ باد

ماہنامہ
الحقیقہ
پاکستان

جنوری 2021



اسلام کا نظریہ سیاست و حکومت
سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اداریہ)

اہلِ سنت اہلِ حق

ہمارا معاشرہ

قادیانیت کا ناسور



مدارس کا شرعی ضابطہ

یک بارگی دی گئی تین طلاقوں کا ایک ہونا

جراتوں اور شجاعتوں کا قافلہ رواں دواں

شیرانِ اسلام کی نومنتخب قیادت
حافظ اظہر نعیم، مرکزی امیر • محمد آفتاب احمد، مرکزی ناظم اعلیٰ

فہرست

نعت

چاند سورج اور ستارے کا اجالا اور ہے
ذرۂ شہر نبی تیرا چمکنا اور ہے

وسعتِ کونین کو ان سے کوئی نسبت نہیں
بوند پانی اور ہے ہستی کا دریا اور ہے

حاتمانِ دہر منگتے ہیں اسی دربار کے
ان کا دینا اور اس آقا کا دینا اور ہے

ابن مریم ہیں مسیحا قوم اسرائیل کے
جس کے سب محتاج ہیں ، ایسا مسیحا اور ہے

ان کے در کا کیوں نہ ہو جاؤں میں دنیا چھوڑ کر
ان کی رحمت اور ، غیروں کا سہارا اور ہے

ساری دنیا کل بھی تھی محتاج اس کی ، آج بھی
میرا آقا رحمۃ للعلمین تھا اور ہے

کس کو حال زار میں اپنا سناؤں یا نبی
میرا حامی اور مرا فریاد رس کیا اور ہے

مجھ کو کافی ہے مرے سرکار کی نظر کرم
اے طبیبانِ جہاں میرا مداوا اور ہے

میرا اور منکر کا کلمہ ہے بظاہر ایک ہی
میرا منشا اور ہے اور اس کا منشا اور ہے

کاش طیبہ سے میں یوں لوٹوں کہ دنیا دیکھ لے
اپنا جانا اور ہے ان کا بلانا اور ہے

نقش لاثانی نے بھیجا ہے ترے دربار میں
کچھ سوا تیرے نہ آسی کی تمنا اور ہے

﴿حضور مفکر اسلام پروفیسر محمد حسین آسی قدس سرہ﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ

یونس-۶۲

ترجمہ: سُن لو اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ کچھ غم

اسلام کا نظریہ سیاست و حکومت اور سیدنا صدیق اکبر

ماہنامہ الحقیقہ کا موجودہ شمارہ جمادی الاخریٰ سے بھی تعلق رکھتا ہے۔ جس کی ۲۱ تاریخ کو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے سب سے بڑے راز دار اور نبوی تعلیم و تربیت کے عظیم ترین شاہکار حضور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال شریف ہوا، لہٰذا اس مناسبت سے اولین خلیفہ راشد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت و کردار کا ایک روشن پہلو بعنوان "اسلام کا نظریہ سیاست و حکومت اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ" دکھایا جاتا ہے۔ یعنی آپ کا عرصہ خلافت اس بات کی وضاحت کرے گا کہ اسلام کا نظریہ سیاست و حکومت کیا ہے اور یہ کس قسم کے حکمران تیار کرنا چاہتا ہے۔ پاکستان کے حکمرانوں بالخصوص ریاستِ مدینہ کا نعرہ لگانے والوں کے لیے اس تحریر میں بہت سے مقاماتِ غور و فکر ہیں۔

☆...... حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود کو خلافت کے لیے پیش نہیں کیا بلکہ جب قوم نے متفقہ طور پر آپ کے دستِ مبارک پر بیعت کر کے آپ کو خلیفہ چن لیا تو آپ نے فرمایا:

"لوگو! میں تمہارا خلیفہ بنایا گیا ہوں اور میں تم سے اچھا نہیں ہوں (لَسْتُ بِخَيْرِكُمْ) اے لوگو! میں (حضور ﷺ کی) سنت کا پابند ہوں، نئی راہ نکالنے والا نہیں، سو اگر ٹھیک چلوں تو میری مدد کرو اور ٹیڑھا چلوں تو مجھے سیدھا کر دو۔ اگر میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا فرمانبردار رہوں تو میری اطاعت کرو، اگر اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کروں تو میری اطاعت جائز نہیں"۔

اطاعت امیر کے بارے میں یہی قاعدہ کلیہ ہے جو امت کے والی حضور پرنور ﷺ نے اپنی امت کو سمجھایا ہے۔ یعنی

لَا طَاعَةَ فِيْ مَعْصِيَةٍ اِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوْفِ...... (متفق علیہ)

ترجمہ: گناہ کے کام میں کسی کی اطاعت ٹھیک نہیں، اطاعت تو اچھے کاموں میں ہے۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی مثال سے امت کو یہ نکتہ سمجھایا اور بعد میں آنے والے حکمرانوں کو اس پر چلنے کی عملی دعوت دے دی۔

یہ ہے اسلام کا انقلابی نظریۂ حکومت، جو کسی قسم کی فرعونیت کی اجازت نہیں دیتا بلکہ حکمرانوں کو یہ بات ذہن نشین کرا دیتا ہے کہ سربراہِ مملکت بن کر تم انسانیت سے ماورئی نہیں ہو گئے، ایسا نہیں کہ جو تمہاری زبان پر آئے وہ قانون بنتا جائے بلکہ حقیقت میں قانون ساز ہونے کی بجائے تم اللہ اور اس کے حبیب علیہ الصلوۃ والسلام کے قانون کے اسی طرح پابند ہو جیسے دوسرے مسلمان پابند ہیں۔ فرق یہ ہے کہ وہ صرف قانونِ الٰہی کے پابند ہیں جبکہ تم پابند بھی ہو اور محافظ بھی۔ یہ تمھاری ذمہ داری ہوگی کہ کوئی حدودِ الٰہی توڑنے نہ پائے اور شریعت کے خلاف بغاوت کا مرتکب نہ ہو۔ چنانچہ اسی خطبہ خلافت میں حکومت کی پالیسی اور اپنے نظریۂ حاکمیت کی وضاحت کرتے ہوئے اس سے پہلے آپ نے یہ فرمایا:

وَالضَّعِيفُ مِنكُمْ قَوِيٌّ عِندِيْ حَتّٰى اُرِيحَ عِلَّتَه اِنْشَاءَ اللهُ وَالْقَوِيُّ فِيكُمْ ضَعِيفٌ حَتّٰى اٰخُذَ مِنْهُ الْحَقَّ اِنْ شَاءَ اللهُ

ترجمہ: اور تم میں سے کمزور میرے نزدیک طاقتور ہے یہاں تک کہ اس کا شکوہ دور کردوں، انشاء اللہ. اور تم میں جو طاقتور ہے، وہ کمزور ہے جب تک اس سے (کسی کا چھینا ہوا) حق واپس نہ لے لوں انشاء اللہ.

فرمائیے اگر حکمران صدقِ دل سے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی پالیسی پر عمل پیرا ہوں تو ملک بھر سے فساد کی جڑ کیوں نہ کٹ جائے، اور شہر، گاؤں بلکہ راستے تک کیوں نہ محفوظ ہو جائیں۔ واللہ، سب خلفائے راشدین کا یہی طرزِ فکر و عمل تھا۔ بعد میں بھی وقتاً فوقتاً ایسے حکمران آتے رہے ہیں، جنھوں نے تمام مصلحتوں کو بالائے طاق رکھ کر اس عنوان کو گلے سے لگائے رکھا۔

تاریخ سیاست و حکومت میں ایک حکمران کا یہ جملہ کتنا انوکھا ہے کہ اگر سیدھا چلوں تو میری امداد کرو اور ٹیڑھا چلوں تو مجھے سیدھا کردو۔ ہاں ہاں بادشاہوں کو یہ عاجزی صرف اور صرف خدائی بھر کے مصلح اعظم اور دنیائے انسانیت کے محسن اعظم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے دربارِ دُربار ہی سے مل سکتی تھی، سو ملی۔ آج اگر دنیا عدل و مساوات کا کوئی نظام ڈھونڈ رہی ہے تو ظاہر ہے اسلام ہی اس کی مراد پوری کرسکتا ہے۔

آپ حکام و امراء پر کڑی نگرانی رکھتے تھے۔ روانگی سے قبل انہیں ضروری نصیحتیں ارشاد فرماتے تھے۔ اگر ان کے خلاف کوئی شکایت آتی تو سختی سے محاسبہ کرتے تھے۔ آپ کا سارا نظامِ حکومت خطبۂ خلافت کی عملی تفسیر تھی۔

☆...... حضور پرنور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم وصال شریف سے کچھ قبل شمالی سرحدوں کے استحکام اور رومی حکومت کے مقابلے کے لیے سترہ (۱۷) سالہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی زیرِ سرکردگی ایک لشکر مدینہ منورہ سے روانہ فرما چکے تھے۔ وہ ابھی تین میل کے فاصلے پر مقام جُرف ہی میں تھا کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کا وصال شریف ہو گیا۔ اور پھر ملک کے طول و عرض سے ارتداد و بغاوت کی خبریں آنی شروع ہو گئیں۔ بعض نے خلیفۂ اول رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ ان حالات میں سپاہ کو بھیجنا درست نہیں۔ آپ کا جواب تھا:

"قسم اس کی جس کے ہاتھ میں ابوبکر کی جان ہے کہ جس جھنڈے کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے لہرادیا ہے اس کو نہیں اتاروں گا، اگر مجھے یقین ہو کہ شکاری جانور مجھے اچک کر لے جائیں گے تو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے حکم کے مطابق مہم اسامہ کو انجام دوں گا".

حالات کی نزاکت کے پیشِ نظر خود حضرت اسامہ نے بھی لشکر کی واپسی کے لیے حضرت سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہم کے ذریعے

درخواست کی تو فرمایا: 'اگر بھیڑیئے اور کتے بھی مجھے اٹھالے چلیں تو میں پھر بھی اپنے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا حکم نہیں ٹالوں گا۔ بعض دوسرے لوگوں کی رائے کے مطابق حضرت فاروق اعظم نے جب نوجوان امیر کی بجائے کسی اور جہاندیدہ اور تجربہ کار شخص کو امیر فوج مقرر کرنے کی بات کی تو خلیفۂ اول بیتاب ہوگئے۔ اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا: 'اے ابن خطاب! یہ منصب اسامہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے عطا فرمایا ہے اور تم چاہتے ہو کہ میں چھین لوں'۔

گویا اسلامی ریاست میں بادشاہی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ہے۔ ان کے فرامین کی موجودگی میں کسی کی مجال نہیں کہ اپنی ذاتی رائے پیش کرے۔

☆......حضور پرنور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے وصال شریف کے ٹھیک انیس روز بعد لشکر روانہ ہونے لگا تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی 'جرف' پہنچ گئے۔ کچھ دور تک آپ ساتھ بھی گئے اور وہ یوں کہ آپ پیدل تھے اور اسامہ سوار۔ انھوں نے سوار ہونے کی درخواست بھی کی اور یہ بھی کہا کہ ورنہ میں بھی پیدل ہوتا ہوں، تو فرمایا: 'اللہ کی قسم! نہ تم اترو اور نہ میں سوار ہوں گا۔ اگر میں اپنے پاؤں اللہ کی راہ میں ایک گھڑی غبار آلودہ کرلوں تو میرا کیا نقصان ہوگا۔ غازی کے ہر قدم کے عوض سات سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ اس کی سات سو خطائیں معاف ہوتی ہیں اور اس کو سات سو درجات عطا ہوتے ہیں۔ معلوم ہوا اسلامی حکمران جذبۂ جہاد سے سرشار ہوتا ہے۔ اور اکناف عالم میں اسلام کا جھنڈا لہرانے کے لیے عملی اقدامات اٹھاتا ہے۔ (ایک فون کال پہ ڈھیر نہیں ہوجاتا)

☆......لشکر سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا، میں تمہیں دس باتوں کی نصیحت کرتا ہوں انھیں یاد رکھنا۔

۱۔ خیانت نہ کرنا، فریب نہ دینا، عہد شکنی نہ کرنا ۲۔ بزدلی نہ دکھانا ۳۔ کسی کی لاش کو نہ بگاڑنا

۴۔ بچے، بوڑھے اور عورت کو قتل نہ کرنا ۵۔ آبادیوں کو نہ اجاڑنا ۶۔ کھجور کے درختوں کو قطع و برید نہ کرنا اور نہ جلانا ثمر دار درخت نہ گرانا ۷۔ بھیڑ، بکری، گائے یا اونٹ کو کھانے کی غرض کے سوا ذبح نہ کرنا

۸۔ تمہارا گذر کچھ ایسے افراد پر بھی ہوگا جنھوں نے زندگیاں خانقاہوں میں وقف کر رکھی ہیں۔ انھیں اپنے حال پر رہنے دینا

۹۔ تم ایسے لوگوں کو دیکھو گے جن کی چوٹیاں صاف ہوں گی اور کناروں پر بالوں کی پٹیاں ہوں گی ان کی چوٹیوں پر تلوار چلانا

۱۰۔ لوگ تمہارے لیے قسما قسم کے پکے ہوئے کھانے برتنوں میں رکھ کر لائیں گے، انھیں کھانا ہو تو اللہ کا نام لے کر کھانا

یعنی بہترین اخلاق اور اعلیٰ کردار اسلامی حکمران کا خاصہ ہوتا ہے۔ یہ وہ اخلاقی ہدایات تھیں جن کی روشنی میں صدر اوّل کے فوجی سپاہیوں کی تربیت ہوتی تھی اور ان کا مورال بہت بلند تھا۔ فوج کی اسی اخلاقی و روحانی تربیت سے متاثر ہو کر مفتوحہ اقوام خود بخود اسلام قبول کر لیتی تھیں۔ جو لوگ پہلی پیش قدمی میں بھاگ جاتے تھے، وہ بھی جب فاتحین کے حسن کردار کا حال سنتے تو دوبارہ کھنچے چلے آتے تھے اور اپنے قدیمی ٹھکانوں میں پھر آباد ہوجاتے تھے۔ مسلمان افواج کے اس اعلیٰ کردار کا اعتراف خود مغربی مصنفین نے بھی کیا ہے۔ پروفیسر ہٹی کے بقول

"مسلمان فوجوں کی طاقت کا اصل راز نہ تو ان کی اسلحہ جنگ کی برتری میں ہے اور نہ اعلیٰ درجہ کی تنظیم میں ہے ، بلکہ در حقیقت اس اعلیٰ کیریکٹر اور اخلاقی کردار میں ہے جس کے

پیدا کرنے میں بے شبہ ان کے مذہب کا بہت بڑا حصہ تھا اور اس صبر و تحمل کی طاقت میں ہے جس کو ریگستانی زندگی سے بڑا سہارا ملا تھا"۔ (ھسٹری آف دی عربس)

مشہور ولندیزی مستشرق دخوئی (DR-GUEGE) اقرار کرتا ہے کہ حضرت ابوبکر نے فوجوں کو جو ہدایات دی تھیں، ان میں اعتدال اور معقولیت کی جو روح کارفرما ہے، اس کے باعث ان کو بجا طور سے داد دینی پڑتی ہے۔ (بحوالہ رسولِ اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی از ڈاکٹر حمید اللہ)

درحقیقت شام میں لوگ عربوں کی جانب بہت مائل ہو گئے تھے اور ایسا ہونا بھی چاہئے تھا کیونکہ عربوں نے مفتوحین سے جو برتاؤ کیا اگر اس کا مقابلہ وہاں کے سابق حاکموں کے بے اصول ظلم سے کیا جائے تو بڑا ہی سخت فرق نظر آتا ہے۔ شام کے جو عیسائی فیصلہ کالسی ڈون (CHALCEDON) کو نہیں مانتے تھے، قیصر روم کے حکم سے ان کے ناک کان کاٹے جاتے اور ان کے گھر ڈھائے جاتے تھے۔ اس کے برخلاف عرب مسلمان جو حضرت ابوبکر کی ہدایتوں پر عمل کرتے تھے، وہ مقامی باشندوں کا دل موہ لیتے تھے اور سب سے زیادہ اپنی بات کا پاس کرتے رہے۔ ان فتوحات کے پندرہ سال بعد ایک نسطوری پادری لکھتا ہے کہ یہ عرب جن کو خدا نے آج کل حکومت عطا کی ہے، ہمارے بھی مالک بن گئے ہیں۔ مگر وہ عیسائی مذہب سے بالکل برسرپیکار نہیں۔ اس کے برخلاف وہ ہمارے دین کی حفاظت کرتے ہیں۔ ہمارے پادریوں اور قدسیوں کا احترام کرتے ہیں اور ہمارے گرجاؤں اور عبادتخانوں کو جاگیریں (DONS) عطا کرتے ہیں۔

مشہور پادری کارالیفس (C.KARALEVSK) فرانسیسی انسائیکلوپیڈیا میں شہر انطاکیہ کے حالات لکھتے ہوئے کہتا ہے:

"مسلمان عربوں کو یعقوبی عیسایئوں (JACOBITES) نے بھی اپنے نجات دھندوں کی حیثیت سے ھاتھوں ھاتھ لیا. مسلمانوں کی سب سے بڑی جدت جس کا یعقوبی عیسائیوں نے دلی خوشی سے استقبال کیا، یہ تھی کہ ھر مذھب کے پیرووں کو ایک خود مختار وحدت قرار دیا جائے اور اسی مذھب کے روحانی سرداروں کو ایک بڑی تعداد میں دنیوی عدالتی اقتدار عطا کیا جائے"۔

(رسول اللہ ﷺ کی سیاسی زندگی)

اہلِ انصاف اسلامی فوج کے کردار کو سامنے رکھیں اور پھر قرآنِ پاک کے 'نظریہ جہاد' کی تصدیق کریں:

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّ صَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا (الحج۔۴۰)

ترجمہ: اور اگر اللہ آدمیوں میں ایک کو دوسرے سے دفع نہ فرماتا تو ضرور ڈھا دی جاتیں راھبوں کی عبادت گاھیں اور گرجے، کلیسے اور مسجدیں جن میں اللہ کا بکثرت نام لیا جاتا ھے.

☆...... منصبِ خلافت قبول کرنے سے پہلے آپ کا ذریعۂ معاش تجارت تھا جو خلافت کے ابتدائی دنوں تک جاری رہا۔ جب خلافت کی مصروفیات بڑھ گئیں تو لامحالہ اسے چھوڑنا پڑا۔ مجلس شوریٰ نے بیت المال سے وظیفہ مقرر کیا جو عام مزدور کے معیار کے مطابق تھا۔ ایک دفعہ زوجہ محترمہ نے شیرینی کے لیے خرچ سے کچھ پیسے بچا کر آپ کو شیرینی خرید لانے کے لیے کہا۔ آپ نے اس بچت کے برابر اپنے وظیفہ میں کمی کرادی۔

ایک بار آپ کو شہد کا شربت پیش ہوا تو آنکھوں سے آنسوں رواں ہو گئے۔ سبب پوچھا گیا تو بتایا کہ میں نے ایک دن حضور صلی اللہ علیہ

والہ وسلم کو دیکھا کہ کسی چیز کو فرما رہے ہیں' دور ہو، دور ہو'۔ حالانکہ بظاہر سامنے کوئی چیز نہیں تھی۔ میں نے عرض کیا' حضور کس چیز کو دور فرما رہے ہیں'۔ فرمایا' میرے سامنے دنیا آئی اور میں نے اس کو دھتکار دیا'۔

ایام مرض میں فرمایا: 'میں نے خلافت کے دوران بیت المال سے جو خرچ کیا ہے، اس کا حساب کرو اور واپس کردو'۔ حساب ہوا تو وہ آٹھ ہزار درہم تھے۔ فرمایا' اس کے عوض اپنی فلاں جگہ کی زمین اہل اسلام کو دیتا ہوں'۔ آپ کے پاس بیت المال سے ایک دودھیل اونٹنی ،ایک صیقل گر غلام اور پانچ درہم کی ایک کملی تھی۔ یہ چیزیں آپ کی وصیت کے مطابق خلیفہ دوم کو پہنچائی گئیں جنھوں نے دیکھ کر فرمایا: 'ابوبکر کے جانشینوں کے لیے آزمائش پیدا ہوگئی ہے'۔

سرکاری اراضی پر قبضہ کرنے والے، اپنے عہدوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بنگلے پلاٹ پلازے اور جاگیریں الاٹ کرانے والے پاکستانی سیاستدانوں کو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اس طرز عمل کو سامنے رکھتے ہوئے ضرور کچھ فکر آخرت کرنی چاہئے۔

مسلمانوں کا امیر یا خلیفہ و سربراہ کیسا ہوتا ہے؟ اس کا جواب مشہور و معروف صحابی حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے الفاظ میں سنئے۔ ہوا یہ کہ آپ کو قیصر روم کے دربار میں سفیر بنا کر بھیجا گیا تو رومی سردار نے اپنے قیصر کے جاہ و جلال کا نقشہ کھینچ کر آپ کو مرعوب کرنا چاہا۔ اس پر آپ نے خلافتِ اسلامی کے خدوخال یوں بیان فرمائے:

'ہمارا امیر ہم ہی میں سے ایک فرد ہوتا ہے۔ اگر وہ ہمارے صحیفۂ دینی اور ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی سنت کے مطابق کام کرے تو ہم اس کی خلافت برقرار رکھتے ہیں اور اگر وہ ایسا نہ کرے تو ہم اسے معزول کر دیتے ہیں۔ اگر وہ چوری کرے تو ہم اس کے ہاتھ کاٹ ڈالیں، اگر وہ زنا کرے تو ہم اسے کوڑے لگائیں اور اگر وہ ہم میں سے کسی کو گالیاں دے تو گالیاں کھائے اگر وہ کسی کو زخمی کرے تو اس سے بدلہ لیا جائے۔ وہ ہم سے چھپ کر نہیں بیٹھتا اور نہ ہم سے تکبر سے پیش آتا ہے اور نہ وہ خود کو ہم پر ترجیح دیتا ہے۔

(فتوح الشام ترجمہ)

☆......اسلامی ریاست میں عمال و حکام کا تقرر اہلیت (MERIT) پر ہوتا ہے جیسا کہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے عملاً کر کے دکھایا۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ 'میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ جو کوئی مسلمانوں کا حاکم مقرر ہو اور وہ کسی کو اہلیت و استحقاق کے بغیر کسی عہدے پر فائز کرے تو اس پر خدا کی لعنت ہو۔ خدا اس کا کوئی عذر اور فدیہ قبول نہیں کرے گا'۔

یہ چند جھلکیاں تھیں ورنہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی سیرت میں ہمارے حکمرانوں کے لیے مکمل رہنمائی موجود ہے۔ بشرطیکہ انہیں اصلاحِ احوال مطلوب ہو۔ اللہ پاکستانی قوم پہ رحم فرمائے۔

اہل سنت .... اہل حق

حضرت علامہ مفتی شاہد اقبال آسوی

واذا قیل لھم امنوا کما امن الناس (سوہ البقرآیت ۱۳)

اور جب ان سے کہا جائے ایمان لاؤ جیسے اور لوگ ایمان لائے۔

اس سے مراد اصحاب رسول اور اہل بیت پاک رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین اور جمہور لوگ ہیں اور وہی اہل سنت و جماعت ہیں۔ اس لئے کہ وہ اکثریت میں ہیں اور اکثر کے لئے حکم کل ہے اور اللہ تعالیٰ کا ہاتھ جماعت پر ہے

ید اللہ علیٰ الجماعۃ (ترمذی شریف، تفسیر مظہری)

حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا:

اتبعوا سواد الاعظم بڑے گروہ کی پیروی کرو۔ (ابن ماجہ شریف، مشکوۃ شریف ص ۳۰)

سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا

علیکم بسنتی و سنۃ الخلفاء الراشدین عضوا علیھا بالنواجذ۔

میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنت کو مضبوطی سے تھامے رہو۔ (ابوداؤد شریف، مشکوۃ شریف ص ۳۰، مستدرک حاکم)

ایک اور مقام پر امت کے والی، خواجہ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا:

علیکم بالجماعۃ والعامۃ (ترجمہ: جماعت اور عام لوگوں یعنی عوام سے الگ نہ ہونا) (رواہ احمد، مشکوۃ شریف ص ۳۱)

گویا امت کے تہتر فرقوں میں جو گروہ حق پر ہے وہ اہل سنت و جماعت کا ہے۔ بدعتی اور فسادیا انتشار پسند وہ ہیں جو اہل سنت و جماعت کے خلاف ہیں، کیونکہ بدعت سنت کی اور انتشار جماعت کی ضد ہے۔ چنانچہ خارجی، رافضی، قدری، جبری، معتزلہ وغیرہم نے سنت و جماعت کی بجائے بدعت وانتشار کا راستہ اختیار کیا لہٰذا گمراہ ہوگئے۔ گمراہی سے بچنے کی ایک ہی صورت ہے کہ اہل سنت و جماعت کا دامن مضبوطی سے تھاما جائے۔ احادیث شریفہ کی روشنی میں بالکل واضح ہے جیسا کہ اوپر گزرا، اس فیصلہ نبوی کے پیش نظر امت کا سب سے بڑا گروہ ہمیشہ اہل سنت و جماعت ہی سے وابستہ رہا اور یہ اس کی حقانیت کی مزید دلیل بھی بن گیا (کیونکہ بڑے گروہ کی پیروی کا حکم بھی احادیث مقدسہ سے ثابت ہے)

سیدنا سجاد امام زین العابدین بن امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ اہل سنت و جماعت کی علامت اور ان کا شعار سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم پر کثرت سے درود پاک بھیجنا ہے۔ (القول البدیع فی الصلوۃ علی الحبیب، الشفیع تبلیغی جماعت)

سچ فرمایا ہمارے امام برحق سید سجاد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے الحمد للہ آج بھی اہل سنت و جماعت کثرت سے آقا کریم علیہ الصلوۃ والسلام کی ذات پاک پر درودوسلام کے نذرانے پیش کررہے ہیں۔ کبھی اذان سے پہلے **الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ** صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم پڑھ رہے ہیں۔ کبھی اذان کے بعد، کہیں محفل میلاد شریف میں تو کہیں ختم شریف ایصال ثواب کی تقریب سعید میں، تو

کبھی حلقہ درود وسلام کی خالص تقریب تو کبھی نجی محفلوں میں۔من احب شیئاً اکثر من ذکرہ کے تحت محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر صلاۃ وسلام کی صورت میں خوب جاری وساری ہے۔

رہے گا یونہی ان کا چرچا رہے گا   پڑے خاک ہو جائیں جل جانے والے

غوث الاغیاث فرد الافراد واھب المراد حضور پرنور غوث الثقلین غوث اعظم سرکار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

واما الفرقة الناجية فى اهل السنة والجماعة   (غنیۃ الطالبین)

یعنی؛نجات پانے والا گروہ اہل سنت وجماعت کا گروہ ہے۔

فعلى المومن اتباع السنة والجماعة۔

غوث اعظم سرکار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں مومنوں پر لازم ہے اہل سنت وجماعت کی پیروی کریں۔

تاجدار سرہند شریف سیدنا مجدد اعظم امام ربانی حضور مجدد ومنور الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں ''شیخ اپنے مریدوں کو اس بات کی نصیحت کرے کہ وہ عقائد نجات پانے والی جماعت یعنی اہل سنت وجماعت کے مطابق رکھیں اور اس بات کی تاکید کرے کہ وہ فقہ کے ضروری احکام سیکھ کر ان پر عمل کریں کیونکہ اس راہ میں بغیر ان دو پروں یعنی عقیدہ وعمل کے اڑنا محال ہے۔(مبداء معاد)

حضور مجدد الف ثانی فرماتے ہیں:

اصل مقصد یہ ہے کہ ہمیں عقائد اہل سنت وجماعت عطا ہوئے ہیں۔اس دولت کے ہوتے ہوئے اگر ہمیں احوال ومواجید نہ بھی ملیں تو ہم اہل سنت وجماعت کے عقائد کو کافی جانتے ہیں کہ جب یہ دولت ہے تو سب کچھ ہے ورنہ کچھ بھی نہیں کیونکہ احوال ومواجید جو بغیر عقیدہ اہل سنت وجماعت کے ہوں ہم اسے استدراج اور سراسر خرابی جانتے ہیں۔(مکتوبات مجددیہ مکتوب ۶۷ جلد سوم)

حضور مجدد الف ثانی قدس سرہ ایک اور مکتوب شریف میں فرماتے ہیں:

'' آدمی کے لئے اہل سنت وجماعت کے عقائد کے مطابق عقیدہ رکھنے کے سوا چارہ نہیں تاکہ آخرت کی کامیابی اور نجات حاصل ہو کیونکہ اہل سنت وجماعت کے خلاف عقیدہ رکھنا زہر قاتل ہے جو کہ ہمیشہ کی موت اور دائمی عذاب کا سبب ہے۔عمل میں کوتاہی ہو تو نجات کی امید کی جاسکتی ہے لیکن اگر عقیدہ میں کوتاہی ہو تو بخشش کی گنجائش نہیں رہتی۔''(مکتوبات شریف ۱۷ جلد سوم)

سلطان الاولیاء حضور امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

''پس چاہئے کہ اپنا عقیدہ اہل سنت وجماعت کے عقائد کے مطابق رکھے اور زید وعمر کی بات پر کان نہ دھرے۔دوسروں کی لفاظیوں اور بناوٹی باتوں پر اعتبار کرنا اپنے کو تباہی میں ڈالنا ہے''۔(مکتوب ۲۵۱ جلد اول)

''اہل سنت وجماعت جو کہ نجات پانے والی جماعت ہے کی پیروی کے بغیر نجات کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔اگر بال برابر بھی ان کی مخالفت ہوئی تو خطرہ ہی خطرہ ہے اور یہ بات کشف صحیح سے بھی یقین کے درجے تک پہنچ چکی ہے اس لئے اس میں غلطی کا احتمال نہیں ہے۔ پس خوش نصیب وہ شخص ہے جس کو اہل سنت وجماعت کی پیروی کی توفیق ملی اور اس کی تقلید کا شرف حاصل ہوا اور ہلاکت ہے ان لوگوں کے لئے جو اہل سنت وجماعت کے خلاف چلے،ان سے منہ موڑا اور ان کی جماعت سے نکل گئے۔خود بھی گمراہ ہوئے دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں''۔(مکتوب ۵۹ جلد دوم)

حضور امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ فرماتے ہیں:

"طریق النجاۃ متابعۃ اھل النسۃ و الجماعۃ فی الاقوال و الافعال و فی الاصول و فی الفروع فانھم الفرقۃ الناجیۃ وماسواھم من الفرق فھم فی معرض الزوال و شرف الھلاک علمہ الیوم احد او لم یعلم، اما فی الغد فیعلمہ کل احد و لا ینفع۔ (مکتوبات امام ربانی جلد اول)

ترجمہ: نجات کا راستہ اقوال میں، افعال میں، اصول میں، فروع میں اہل سنت و جماعت کی پیروی میں ہے، کیونکہ اہل سنت و جماعت ہی جنتی گروہ ہے ان کے سوا جتنے دوسرے فرقے ہیں زوال پذیر، ہلاکت کے کنارے پر ہیں۔ آج کوئی اس حقیقت کو جانے یا نہ جانے مگر کل قیامت کے دن ہر شخص جان لے گا لیکن اس وقت کا جاننا کام نہ آئے گا۔

سیدنا حضور مجدد منور الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعا:

" اللھم ثبتنا علی معتقدات اھل السنۃ و الجماعۃ و امتنافی زمرتھم و احشرنا معھم "(مکتوب ۶۷ جلد دوم)

ترجمہ: اے اللہ ہمیں اہل سنت و جماعت کے عقائد پر ثابت قدم رکھ اور ہمیں اسی گروہ کے ساتھ موت دے اور ہمارا حشر اسی گروہ کے ساتھ کر۔

مقام دعوت غور و فکر: امام الاولیاء تاجدار سرہند شریف حضور امام ربانی قدس سرہ نے عقائد اہل سنت و جماعت پہ کاربند رہنے کا اتنا زور کیوں دیا۔ صرف اس لئے کہ کہیں ہم بدعقیدہ لوگوں کی بناوٹی باتیں سن کر ان کے پیچھے چل کر اپنی آخرت برباد نہ کر بیٹھیں۔

ایک سبق آموز اور ایمان افروز واقعہ: حضرت علامہ سید غلام جیلانی شاہ فرماتے ہیں

"میرے استاد گرامی قدر غزالی زماں امام اہل سنت حضرت علامہ سید سعید احمد شاہ صاحب کاظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھے سرکار دوعالم علیہ الصلوۃ والسلام کی زیارت کرائی تھی۔ وہ یوں کہ میں راولپنڈی کے ایک دینی مدرسہ میں پڑھتا تھا وہاں کا استاد بہت گستاخ تھا۔ وہ اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی شان میں ایسی باتیں کہہ جاتا تھا جن باتوں کو لکھتے ہوئے قلم لرز جاتا ہے۔ سید غلام جیلانی شاہ صاحب فرماتے ہیں میں نے یہ سارا واقعہ گولڑہ شریف حاضر ہو کر حضرت بابو جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا تو آپ نے فرمایا اگر ایمان بچانا ہے تو اس مدرسہ کو چھوڑ دو (یہ ان لوگوں کا مدرسہ تھا جو اپنے آپ کو بڑے زور شور سے اہل سنت والجماعت کہتے ہیں) میں نے پوچھا کہ پھر میں کدھر جاؤں تو بابو جی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا آپ ملتان شریف علامہ کاظمی شاہ صاحب کے مدرسہ میں چلے جائیں اور وہیں جا کر پڑھیں چنانچہ میں جب ملتان شریف حاضر ہوا تو حضرت علامہ کاظمی شاہ صاحب نے حالات پوچھ کر فرمایا اچھا ہوا کہ ایمان بچا کر نکل آئے۔ مولانا غلام جیلانی شاہ صاحب فرماتے ہیں میں نے پوچھا وہاں کون سی بات تھی کہ میرا ایمان ضائع ہو جاتا۔ حضرت کاظمی شاہ صاحب نے فرمایا کہ ہم لوگ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے کمالات بیان کرتے ہیں اور وہ لوگ کوشش کرتے ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام میں نقص اور عیب ڈھونڈ نکالیں (العیاذ باللہ) بتاؤ تمہیں حضور نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کے کمالات پسند ہیں یا آپ پر عیب وافترا پسند ہے میں نے کہا مجھے تو کمالات پسند ہیں۔ اس پر غزالی زماں نے فرمایا آج رات تم سوؤ گے تو انشاء اللہ تمہیں سید الانبیاء صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی زیارت نصیب ہوگی سرکار خود کرم فرمائیں گے تو پوچھ لینا کہ کہاں پڑھنا بہتر ہے۔ سید غلام جیلانی صاحب فرماتے ہیں میں سویا تو اسی رات آقا کریم علیہ الصلوۃ والسلام کی زیارت سے مشرف ہوا سرکار صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے جو پہلی بات فرمائی وہ یہ تھی اچھا ہوا تم اس مدرسہ

میں آگئے تمہارا ایمان بچ گیا۔ یہ سن کر میں نے خواب ہی میں عرض کیا یا رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام وہاں پہلے مدرسہ میں کونسی خرابی تھی جس سے میرا ایمان ضائع ہو جاتا۔ اس پر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا وہ لوگ مجھ میں عیب ڈھونڈتے اور نقص تلاش کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں اور (غزالی زماں) کی طرف اشارہ کر کے فرمایا جبکہ یہ لوگ میرے کمالات تلاش کرتے ہیں اور بیان کرتے رہتے ہیں بتاؤ تمہیں میرے کمالات سننا پسند ہیں یا عیب سننا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم مجھے آپ کے کمالات پسند ہیں۔ سید غلام جیلانی شاہ صاحب فرماتے ہیں جب میں غزالی زماں رازی دوراں کے پاس سبق پڑھنے کے لئے حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا رات والے خواب کا حال سناؤ۔ میں نے سارا خواب بیان کیا تو بہت خوش ہوئے اور مجھے سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت پر مبارکباد دی اور فرمایا میں نے بھی تو یہی بتایا تھا (ماہنامہ السعید ملتان ۱۹۹۸) آخر میں راس المفکرین زبدۃ الصالحین امام العاشقین، سرتاج المتکلمین کشتۂ عشق رسالت ،اعلیٰ حضرت سیدی مرشدی حضور مفکر اسلام قبلہ پروفیسر محمد حسین آسی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خوبصورت اقتباس پر اکتفا کر رہا ہوں۔

آپ فرماتے ہیں اسلام کی تاریخ اہل سنت کی تاریخ ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور مبارک سے آج تک جس گروہ میں سب اکابر ملت شامل رہے ہیں وہ اہل سنت و جماعت ہے۔ یہ نام اہل حق کی پہچان بن گیا اور نئے نئے فکری فتنوں اور مذہبی فرقوں کے رونما ہونے کے وقت اس کو اسلام کی اصلی اور حقیقی تفسیر سمجھا گیا۔ چنانچہ ائمہ مجتہدین ہوں یا اکابر محدثین فقہائے ملت ہوں یا صوفیہ امت، سلاطین کشور کشا ہوں یا نمازیان صف آرا، ان میں ایک بھی ایسا نہیں جو سنی نہ ہو۔ ان بزرگوں نے علمی تحقیقات کی طرف توجہ دی تو کتاب وسنت کو اپنا محور بنایا، تصوف وطریقت کو اپنایا تو قرآنی تزکیہ وتجلی کا نمونہ بن گئے، فقہ واجتہاد کا رخ کیا تو ایک ایک آیت وروایت سے سینکڑوں ہزاروں مسائل اخذ کئے، سریر آرائے خلافت ہوئے تو اسلامی نظام عدل کے سکے جمادیئے تبلیغ واشاعت دین کو مقصد حیات بنایا تو ایک ایک نے سینکڑوں ہزاروں کو حلقہ بگوش اسلام کیا، خدا کے نام پر جان قربان کرنے کا وقت آیا تو اس اعزاز سے بھی اہل سنت ہی نوازے گئے تاریخ کی ورق گردانی کیجئے مشرکوں اور کافروں کے ساتھ لڑائیاں ہمیشہ سواد اعظم نے کیں خارجیوں رافضیوں اور دوسرے اقلیتی فرقوں نے کون سا قلعہ فتح کیا، کس ملک کو کفار سے چھینا اور کس سرزمین میں اسلام کا جھنڈا گاڑا۔ ہاں ان کی مخالفت ہمیشہ اہل سنت ہی سے رہی۔ انہوں نے خون بہایا تو اہل سنت کا، انہوں نے یلغار کی تو اہل سنت کے علاقے پر مثلاً ایران سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور مبارک میں فتح ہوا سینکڑوں سال اس پر سنیوں کی حکومت رہی مگر کسی کو مذہبی آزادی سے محروم نہ کیا گیا، محض رافضی ہونے کی بنا پر کسی کا سر قلم نہیں کیا گیا۔ رافضیوں کی حکومت آئی تو اہل سنت کا قتل عام ہوا۔ یونہی عرب شریف جہاں صدیوں اہل سنت حرمین شریفین کی خدمت پر مامور رہے۔ نجدیوں نے انگریزوں سے شرمناک حد تک غلامانہ معاہدہ کر کے یہاں پر قبضہ کیا تو مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، طائف جیسے مقدس شہروں میں خون کے دریا بہائے، توحید کا دعوی، مشرکوں کی غلامی، اہل ایمان کا قتل عام، یہ ہیں نجدیت کے تین عنوان۔ بجا فرمایا تھا ہادی کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے

یقتلون اھل الاسلام و یدعون اھل الاوثان۔ (مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ: اہل اسلام کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں عقیدہ اہل سنت و جماعت پر استقامت عطا فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم

تدریس کا شرعی ضابطہ

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ غلام رسول قاسمی المعروف پیر سائیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مدرسے کا معیار

استاد کا کامل ہونا اور صحیح العقیدہ ہونا:

عن ابن سیرین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قال ان ھذا العلم دین فانظروا عمن تاء خذون دینکم. (مسلم حدیث ۲۶، سنن الدارمی حدیث ۴۲۳، ۴۲۸) وروی الدیلمی مثلہ عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما مرفوعاً

ترجمہ: حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بے شک یہ علم دین ہے، خوب غور کرلیا کرو اور اپنا دین کس سے حاصل کر رہے ہو؟

عن الاء حنف قال قال عمر تفقھوا قبل ان تسودوا. (بخاری، کتاب العلم باب الاغتباط فی العلم والحکمۃ ترجمۃ الباب، سنن الدارمی: ۲۵۶)

ترجمہ: حضرت احنف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: دین کی سمجھ حاصل کرو، اس سے پہلے کہ تمہیں لیڈر بنا دیا جائے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

یھدم الاسلام زلۃ العالم و جدال المنافق بالکتاب و حکم الائمۃ المضلین۔

ترجمہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اسلام کو تین چیزیں منہدم کر دیتی ہیں۔ عالم کا پھسل جانا اور منافق کا قرآن پڑھ کر بحث کرنا اور گمراہ حکمرانوں کی حکومت۔ (سنن الدرامی حدیث 220)

نصاب کا کامل ہونا: اسلام کا بنیادی اور اولین نصاب قرآن ہے۔ پھر قرآن کا وہ عملی نمونہ جن کے مقدس کردار کو اسوہ حسنہ قرار دیا گیا اور جن کا اخلاق سراپا قرآن تھا صلی اللہ علیہ وسلم۔ باقی تمام علوم انہی کے ماتحت اور انہی کے خادم ہیں۔ علمائے کرام اپنے زمانے کے حالات کے تقاضوں کے مطابق نصاب مرتب کر سکتے ہیں۔

شاگردوں میں حصول علم کا شوق اور علم کے فضائل:

(۱): عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم طلب العلم فریضۃ علیٰ کل مسلم ووضع العلم عند غیر اھلہ کمقلد الخنازیر الجواھر واللولوء والذھب۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے اور نا اہل کے سامنے علم کی بات رکھنے والا ایسے ہے جیسے خنزیر کے گلے میں ہیرے، موتی اور سونا پہنانے والا (ابن ماجہ حدیث 224)

(۲): عن ابی بکرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم یقول اغدعالماً او متعلماً او مستمعاً او محباً ولا تکن الخامسۃ فتھلک۔

ترجمہ: عالم بن جا، یا طالب علم بن جا، یا علم کی باتیں سننے والا بن جا، یا علم والوں سے محبت کرنے والا بن جا، پانچویں چیز نہ بننا ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔

(۳): و عن عبد الله ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما ان رسول الله صلی الله تعالی علیه و اله وسلم مر بمجلین فی مسجده فقال کلاهما علی خیر و احدهما افضل من صاحبه اما هؤ لاء فیدعون الله و یرغبون الیه فان شاء اعطاهم منعهم و اما هؤلاء فیدعون الله و یرغبون الیه فان شاء اعطاهم و ان شاء منعهم و اما هؤ لاء فیتعلمون الفقه و العلم و یعلمون الجاهل فهم الافضل و انما بعثت معلماً قال ثم جلس فیهم۔

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اپنی مسجد میں دو مجلسوں کے پاس سے گزرے اور فرمایا یہ دونوں اچھا کام کررہے ہیں، ان میں سے ایک محفل دوسری محفل سے اچھی ہے، ایک محفل والے اللہ سے دعائیں مانگ رہے ہیں اور اس کی طرف رغبت رکھتے ہیں مگر اللہ کی مرضی ہو تو انہیں عطا کردے اور اس کی مرضی ہو تو عطا نہ کرے، جبکہ دوسری محفل والے فقہ اور علم سیکھ رہے ہیں اور جاہلوں کو سکھا رہے ہیں، اس محفل والے افضل ہیں، میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس محفل کے پاس بیٹھ گئے۔ (ابن ماجہ حدیث ۲۲۹، سنن الدارمی حدیث ۳۴۹)

(۴): عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما قال: تدارس العلم ساعة من اللیل خیر من احیائها

ترجمہ: سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما فرماتے ہیں کہ رات کو ایک گھڑی پڑھنا پڑھانا ساری رات جاگ کر عبادت کرنے سے بہتر ہے۔ (دارمی، مشکوۃ شریف حدیث:۲۵۶)

(۵): عن الحسن بن علی او الحسن البصری قال قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه و اله وسلم : علیٰ خلفائی رحمة الله تعالیٰ، قیل من خلفائک یا رسول الله قال الذین یحیون سنتی و یعلمونها عباد الله۔

ترجمہ: حضرت حسن بن علی یا حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالی عنہم فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے خلفاء پر اللہ کی رحمت ہو عرض کیا گیا یا رسول اللہ آپ کے خلفاء کون ہیں؟ فرمایا وہ لوگ جو میری سنت کو زندہ کرتے ہیں اور اسے لوگوں کو سکھاتے ہیں۔ (ابن عبدالبر فی العلم:۲۲۰)

(۶): عن الشعبی صلی زید بن ثابت علیٰ جنازة فقربت الیه بغلته لیرکبها فجاء ابن عباس فاخذبر کابه فقال زید خل عنه یابن عم رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه و اله وسلم فقال ابن عباس هکذا امرنا ان نفعل بالعلماء والکبراء فقبل زید بن ثابت یده و قال هکذا امرنا ان نفعل باهل بیت نبینا صلی الله تعالی علیه و اله وسلم۔

ترجمہ امام شعبی تابعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضرت زید بن سعد رضی اللہ عنہ نے کسی کی نماز جنازہ پڑھی، اس کے بعد ان کا خچر ان کے قریب لایا گیا تا کہ اس پر سوار ہوں اتنے میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ تشریف لائے اور ان کی رکاب پکڑ لی، حضرت زید نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے بیٹے رکاب چھوڑ دیں، حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ ہمیں اسی طرح علماء اور بزرگوں کا احترام کرنے کا حکم دیا گیا ہے، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا ہمیں اسی طرح اپنے نبی صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کے اہل بیت کا احترام کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ (طبرانی حدیث:۴۷۴۶، مستدرک حاکم حدیث:۵۸۸۱، ۵۸۸۵، احیاء العلوم صفحہ ۶۷)

(۷): و عن کثیر بن قیس قال کنت جالساً مع ابی الدرداء رضی الله تعالیٰ عنه فی مسجد دمشق فجاءه رجل: فقال یا ابا الدرداء انی جئتک من مدینة الرسول صلی الله تعالیٰ علیه و اله وسلم لحدیث بلغنی انک تحدثه عن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه و اله وسلم ما جعت لحاجة قال فانی سمعت رسول الله صلی الله تعالی علیه و اله وسلم یقول من سلک طریقاً یطلب فیه علماً اسلک الله طریقاً من طرق الجنة و ان الملائکة

لتضع اجنحتها رضاً لطالب العلم و ان العالم یستغفرله من فی السمٰوت و من فی الارض والحیتان فی جوف الماء و ان فضل العالم علی العابد کفضل القمر لیلة البدر علیٰ سائر الکواکب وان العلماء ورثة الانبیاء لم یورثوا دینار ولا درھما وانما ورثوا العلم فمن اخذہ بحظ وافر۔

ترجمہ: حضرت کثیر ابن قیس فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس دمشق میں مسجد میں بیٹھا ہوا تھا۔ان کے پاس ایک آدمی آیا کہنے لگا اے ابودرداء میں آپ کے پاس مدینۃ الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے ایک حدیث کی خاطر آیا ہوں میں نے سنا ہے آپ وہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔میں کسی کام سے نہیں آیا۔انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے علم حاصل کرنے کے لئے سفر کیا اللہ تعالیٰ اسے جنت کے راستوں میں سے ایک راستے پر چلائے گا اور بے شک فرشتے طالب علم کی رضا کے لئے اپنے پَر بچھاتے ہیں اور بے شک آسمانوں اور زمین کی ہر چیز اور پانی کے اندر مچھلیاں عالم کے لئے استغفار کرتی ہیں اور بے شک عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے چودھویں کے چاند کی فضیلت تمام ستاروں پر ہوتی ہے اور بے شک علماء انبیاء کے وارث ہیں وہ دینار اور درہم کے وارث نہیں ہوتے بلکہ علم کے وارث ہوتے ہیں۔جس نے اسے حاصل کرلیا اسے وافر حصہ نصیب ہوا۔(ترمذی حدیث:۲۶۸۲،ابوداؤد حدیث:۳۶۴۱،ابن ماجہ حدیث:۲۲۳۔مسند احمد حدیث:۲۱۷۳،سنن دارمی حدیث:۳۴۷)

(۲)داخلہ کی شرائط:خلوص نیت

عن کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم من طلب العلم لیجاری بہ العلماء اولیماری بہ السفھاء او یصرف بہ وجوہ الناس الیہ ادخلہ اللہ النار۔

ترجمہ: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اس لیے علم حاصل کیا کہ علماء کو اپنے پاس بٹھائے یا بے وقوف سے بحث کرے یا لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرے اللہ اسے آگ میں داخل کرے گا۔

(ترمذی حدیث:۲۶۵۴)

عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم قال من تعلم علماً لغیر اللہ او اراد بہ غیر اللہ فلیتبوا مقعدہ من النار۔

یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اللہ کی رضا کے علاوہ کسی اور مقصد کے لئے علم حاصل کیا یا اور مقصد کا ارادہ کیا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے (ترمذی حدیث:۲۶۵۵)

مسلم شریف اور نسائی میں حدیث پاک ہے:"ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا تمام لوگوں سے پہلے جس شخص کے بارے میں فیصلہ دیا جائے گا وہ ایک شہید ہونے والا آدمی ہوگا۔اسے لایا جائے گا،اللہ اسے اپنی نعمتیں یاد دلائے گا وہ اعتراف کرے گا فرمائے گا تم نے دنیا میں کیا عمل کیا۔وہ کہے گا میں نے تیری راہ میں جہاد کیا حتیٰ کہ میں شہید کردیا گیا۔فرمائے گا تم نے جھوٹ بولا ہے بلکہ تم اس لیے لڑے تھے کہ تمہیں بہادر کہا جائے اور وہ کہا گیا۔پھر اس کے بارے میں حکم دیا جائے گا۔اسے منہ کے بل گھسیٹا جائے حتیٰ کہ آگ میں ڈال دیا جائے گا۔اور ایک آدمی جس نے علم سیکھا اور سکھایا اور قرآن پڑھا اسے لایا جائے گا۔اسے اپنی نعمتیں یاد دلائے گا وہ اعتراف کرے گا۔فرمائے گا تم نے دنیا میں کیا عمل کیا،وہ کہے گا میں نے علم سیکھا اور سکھایا اور تیری خاطر قرآن پڑھا۔فرمائے گا تم نے جھوٹ بولا بلکہ تم نے علم اس لیے حاصل کیا کہ تمہیں عالم کہا جائے اور تم نے قرآن پڑھا تاکہ تمہیں قاری کہا جائے اور وہ کہا گیا۔پھر اس کے بارے میں حکم دیا جائے گا اسے منہ کے بل کے گھسیٹا جائے گا حتیٰ کہ آگ میں ڈال دیا

جائے گا اور ایک آدمی جسے اللہ نے وسعت دی تھی اور اسے ہر طرح کی دولت سے نوازا تھا۔ اسے لایا جائے گا اللہ اسے اپنی نعمتیں یاد دلائے گا وہ اعتراف کرے گا۔ فرمائے گا تم نے دنیا میں کیا عمل کیا وہ کہے گا میں نے کوئی ایسا راستہ نہیں چھوڑا جس میں خرچ کرنا تجھے پسند ہو اور میں نے اس میں تیری خاطر خرچ نہ کیا ہو۔ فرمائے گا تم نے جھوٹ بولا۔ بلکہ تم نے اس لئے خرچ کیا تھا کہ تجھے سخی کہا جائے اور وہ کہا گیا۔ پھر اس کے بارے میں حکم دیا جائے گا اسے منہ کے بل کے گھسیٹا جائے گا پھر آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ (مسلم حدیث ۴۹۲۳، نسائی حدیث ۳۱۳۷)

علم حاصل کرنے کے لیے عمر کی قید نہیں: صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے مثلاً سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دس سال، سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نو یا دس سال سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۱۸ سال، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۳۸ سال کی عمر میں اسلام قبول کیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دس سال کے تھے اور علم سیکھنا شروع کیا۔ ان تمام اللہ تعالیٰ کے پیاروں نے مختلف عمروں میں اور مختلف حالات میں علم حاصل کیا۔

علم حاصل کرنے کے لئے ملک اور شہر کی پابندی نہیں: اللہ کریم جل شانہ ارشاد فرماتا ہے:

وما کان المؤمنون لینفروا کافة فلولا نفر من کل فرقة منهم طائفة لیتفقهوا فی الدین ولینذروا قومهم اذا رجعوا الیهم لعلهم یحذرون

ترجمہ: اور یہ تو نہیں ہوسکتا کہ سارے کے سارے مسلمان ایک ساتھ نکل کھڑے ہوں تو ایسا کیوں نہ ہوا کہ ان میں سے ہر طبقے سے کچھ لوگ نکل پڑتے تا کہ دین کی فقہ حاصل کرتے اور جب واپس آتے تو اپنی قوم کو اللہ کا خوف دلاتے تا کہ وہ گناہوں سے بچتے رہیں۔ (توبہ:۱۲۲)

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنه قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه واله وسلم اطلبوا العلم ولو بالصین

۔(اخرجہ ابن عدی:۹۶۳، والبیہقی فی المدخل:۳۲۴، والشعب:۱۶۶۳۔)

ترجمہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علم حاصل کرو خواہ چین میں ہو۔

(۳)۔ طالب علم کے فرائض: استاد کا ادب: حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں:

ترجمہ: عالم کا ادب اس طرح کرو کہ اس پر زیادہ سوال نہ کرو اور اسے مت تھکاؤ، جب اس کی طبیعت مائل نہ ہو تو اس کے پاس مت بیٹھو، جب وہ تھک جائے تو اس کا کپڑا مت کھینچو، اپنے ہاتھ کے ساتھ اس کی طرف اشارہ مت کرو، اپنی آنکھوں سے اس کے ساتھ باتیں مت کرو، اس کے خطاب کے دوران اس پر سوال نہ کرو، اس کی غلطیاں تلاش مت کرو، اگر اس سے غلطی ہو جائے تو اس سے فوری درگزر کرو، اسے یہ مت کہو کہ فلاں آپ کے قول کے خلاف کہتا ہے، اس کا کوئی راز فاش نہ کرو، اس کے سامنے کسی کی غیبت نہ کرو، اس کے سامنے اور اس کی غیر موجودگی میں اس کا تحفظ اور دفاع کرو، دوسرے لوگوں کو الگ سلام کہو اور اسے خصوصی سلام کہو، اس کے سامنے بیٹھو اور اگر اسے کوئی ضرورت ہو تو سب لوگ اس کی خدمت کے لیے بھاگ پڑیں، اس کی صحبت میں زیادہ دیر بیٹھنے سے مت اکتاؤ، اس لیے کہ جب وہ کھجور کے درخت کی طرح ہے خدا جانے کب اس سے پھل گرے، عالم روزہ دار مجاہد کی طرح ہے، جب عالم فوت ہو جاتا ہے تو اسلام میں ایک سوراخ ہو جاتا ہے جو قیامت تک بھر نہیں سکتا، ستر ہزار مقرب فرشتے طالب علم کے نام کو شہرت دیتے ہیں۔ (کنز العمال حدیث:۲۹۵۰۶)

وکان ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنهما یأتی باب الانصار لطلب الحدیث فیقعد علی الباب حتیٰ یخرج ولا یستاذن فیخرج الرجل و یقول: یاابن عم رسول اللہ لو اخبرتنی فیقول: هکذا امرنا ان نطلب العلم واذا وقف فلا ینظر من شق الباب اذا کان الباب مردوداً.

یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما انصار کے دروازں پر حدیث سیکھنے آتے تھے اور دروازے کے پاس بیٹھ جاتے تھے۔ آپ خود دروازہ

نہیں کھٹکھٹاتے تھے جب تک صاحب خانہ خود باہر نہ آتے۔ جب صاحب خانہ باہر نکلتے تو کہتے، اے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی، آپ نے مجھے اطلاع دے دی ہوتی، وہ فرماتے ہمیں اسی طرح علم سیکھنے کا حکم دیا گیا ہے، جب آپ دروازے کے باہر کھڑے رہتے تو اگر دروازہ بند ہوتا تو دروازے کے سوراخ میں سے اندر نہیں دیکھتے تھے۔ (بغوی جلد۳ صفحہ۲۸۶)

اسی طرح کی ایک حدیث دارمی میں بھی موجود ہے اس میں اضافی الفاظ یہ بھی موجود ہیں کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ان کے دروازے پر چادر بچھا کر لیٹ جاتا تھا اور میرے منہ پر مٹی پڑتی رہتی تھی۔ (دارمی حدیث۵۷۴)

حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو وصیت فرمائی کہ:

یا بنی جالس العلماء وزاحمهم بر کبتیک فان الله یحی القلوب بنور الحکمة کما یحی الله الارض المیتة بوابل السماء

یعنی: اے بیٹے علماء کے پاس بیٹھ اور اپنے گھٹنے ٹیک کر ان کے سامنے جا، بے شک اللہ تعالیٰ دلوں کو نور حکمت سے زندہ کرتا ہے جیسا کہ بنجر زمین کو آسمان کے پانی سے زندہ کرتا ہے۔ (موطا امام مالک حدیث:۱۸۲۸)

نوٹ بک میں لکھتے جانا: عن امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی الله تعالیٰ عنه انه قال: قیدوا العلم بالکتاب (مستدرک حدیث:۳۶۳) صحیح وافقہ الذہبی ومثلہ عن ابن عمرو وانس رضی اللہ تعالیٰ عنہما (شرح السنۃ:۱۳۷) وروی مرفوعاً عن ابن عمرو (مجمع الزوائد ۶۸۰)

ترجمہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا علم کو تحریر کے ذریعہ محفوظ کرو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہی فرمان ہے جو حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے

طلبہ کا اسباق کا دور کرنا اور استاد بھائیوں سے مدد لینا:

عن ابن عمرو رضی الله تعالیٰ عنه قال اذا اراد احد کم ان یروی حدیثاً فلیردده ثلاثاً

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ تم میں سے کوئی شخص حدیث کی روایت کرنا چاہے تو چاہیے کہ اسے تین بار دہرالے۔ (سنن الدارمی حدیث:۶۱۳)

عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما قال اذا سمعتم منا حدیثاً فتذا کروه بینکم۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جب تم لوگ ہم سے حدیث سنو تو اسے آپس میں سنالیا کرو۔ (سنن الدارمی:۶۱۱)

عن ابی سعید الخدری رضی الله تعالیٰ عنه قال تذاکروا الحدیث فان الحدیث یهیج الحدیث۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حدیث کو آپس میں دہرالیا کرو، بے شک ایک حدیث دوسری حدیث کو کھینچتی ہے۔ (سنن الدارمی حدیث:۶۰۰)

طلباء کا رات کے وقت اور خصوصاً صبح سویرے کچھ دیر مطالعہ کرنا بہت مفید ہوتا ہے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

تدارس العلم ساعة من اللیل خیر من احیا ئها۔

ترجمہ: رات کو ایک گھڑی پڑھنا پڑھانا ساری رات جاگ کر عبادت کرنے سے بہتر ہے۔ (دارمی، مشکوٰۃ شریف حدیث:۲۵۶)

و عن الشعبی قال کان ستة من اصحاب محمد صلی الله تعالی علیه و اله وسلم یتذاکرون العلم منهم علی بن ابی طالب و ابی و ابو موسیٰ علیٰ حدة و عمر وزید و ابن مسعود رضی الله تعالیٰ عنهم. (صحیح)

ترجمہ: حضرت شعبی فرماتے ہیں کہ محمد کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے صحابہ میں سے چھ افراد علمی مذاکرات کرتے تھے۔ ان میں

حضرت علی ابن ابی طالب، حضرت ابی، حضرت ابو موسیٰ کسی حد تک، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت زید، حضرت ابن مسعود شامل ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ (کتاب الآثار صفحہ ۸۲۶)

(۴)۔طریقہ تدریس: حلقہ بنا کر بیٹھنا:

قال ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اذا جلس و جلسنا حولہ

ترجمہ: حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیٹھتے تو ہم آپ کے اردگرد بیٹھتے تھے (ابوداؤد حدیث: ۴۸۵۴)

حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

ترجمہ: میں ۸۰ ہجری میں پیدا ہوا اور میں نے اپنے والد کے ساتھ ۹۶ ہجری میں حج ادا کیا میں اس وقت ۱۶ سال کا جوان تھا۔ جب میں مسجد حرام میں داخل ہوا تو میں نے ایک عظیم حلقہ دیکھا۔ میں نے اپنے والد ماجد سے عرض کیا یہ کس کا حلقہ ہے انہوں نے فرمایا صحابی رسول عبداللہ بن حارث بن جزء زبیدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا۔ میں شوق زیارت میں جلدی سے آگے بڑھا۔ میں نے انہیں فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جس نے دین کی فقہ حاصل کی اللہ تعالیٰ اس کی تمام مہمات حل کر دے گا اور اسے وہاں سے رزق دے گا جہاں سے وہ سوچ بھی نہیں سکتا۔ (مسند امام اعظم صفحہ ۲۰)

ہر جگہ ہر وقت پڑھانے کے لیے تیار: پڑھانے والے استاد کا مستعد ہونا اور طلباء کا ہمہ وقت اپنے استاد کی طرف رجوع کرنا تعلیمی ادارے کی اصل بنیاد ہے، خواہ کوئی عمارت موجود ہو یا نہ ہو۔ طلب علم کا وہ صادق جذبہ ہی تھا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے سفر وحضر میں، گلی کوچوں میں، جنگ اور امن میں، سواریوں پر بیٹھ کر اور بستر پر لیٹ کر، مسجد میں جا کر اور گھروں میں بیٹھ کر، دیس میں رہ کر اور پردیس میں جا کر علم حاصل کیا۔

ہجرت سے پہلے دار ارقم اور ہجرت کے بعد مسجد نبوی اور صفہ نامی چبوترے پر صحابہ کرام کو تربیت دی جاتی تھی اور عصر حاضر کی طرح کلاس روم کا سسٹم نہیں تھا۔ شاید اسی معنی میں روسو نے کہہ دیا کہ علم سیکھنے کے لیے کسی نصاب اور مدرسے کی ضرورت نہیں۔

و عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال علمنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم التشہد کما یعلمنا السورۃ من القران۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے تشہد اس طرح سکھایا جس طرح قرآن کی سورت سکھاتے تھے۔ (مسلم شریف حدیث: ۸۹۷، بخاری شریف حدیث: ۸۳۱، ابوداؤد شریف حدیث: ۹۶۸، ترمذی شریف حدیث: ۱۱۰۵، نسائی شریف حدیث: ۱۱۶۳)

عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم یعلمنا الاستخارۃ فی الامور کما یعلمنا السورۃ من القران۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اہم کاموں کے لیے استخارہ اس طرح سکھاتے تھے جیسے قرآن کی سورت سکھاتے تھے۔ (بخاری حدیث: ۶۳۸۲، ترمذی حدیث: ۴۸۰، ابوداؤد حدیث: ۱۵۳۸، نسائی حدیث: ۳۲۵۳)

قال ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما: تعلم عمر البقرۃ فی اثنتی عشرۃ سنۃ فلما تعلمھا نحر جزوراً

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۱۲ سال میں سورۃ بقرہ کی تعلیم حاصل

کی، جب مکمل کر چکے تو اونٹ ذبح کیا۔ (سیر اعلام النبلاء جلد ا صفحہ ۵۲۱)

تعلیم میں تدراج: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کونو ربانیین یعنی ربانی بن جاؤ (آل عمران: ۷۹)

ربانی وہ ہوتا ہے جو بڑے بڑے علمی مسائل سمجھانے سے پہلے چھوٹے اور بنیادی مسائل سمجھائے۔ ویربون المتعلمین بصغار العلوم قبل کبارھا (تفسیر بغوی جلد ا صفحہ ۳۷۵) اس طرح بنیادی اور فرض عین علم کی تکمیل ہو جاتی ہے اور اس سے اگلے علوم کی طرف جانے والے طلبا کی بنیاد مضبوط ہو جاتی ہے۔

بچہ جب کچھ سیکھنے کے قابل ہو جائے تو اسے کلمہ طیبہ، ایمان مجمل و مفصل اور نماز سکھائی جائے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: سات سال کے بچے کو نماز کا حکم دو۔ جب دس سال کا ہو جائے تو نماز نہ پڑھنے پر اسے مارو اور اس عمر میں انہیں الگ الگ بستروں پر سلاؤ۔ (ابوداؤد شریف: ۴۹۵، ترمذی شریف: ۴۰۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

ترجمہ: جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اہل یمن کی طرف بھیجا تو ان سے فرمایا تم اہل کتاب قوم کی طرف جا رہے ہو پس پہلی چیز جس کی طرف تم انہیں دعوت دو یہ ہے کہ وہ لوگ اللہ کی توحید کو مانیں، پھر جب وہ اسے سمجھ جائیں تو انہیں بتانا کہ اللہ نے دن رات میں ان پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں جب وہ نماز پڑھنے لگ جائیں تو انہیں بتانا کے اللہ نے ان پر ان کے مال میں سے زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے امیر سے لی جائے اور غریب کو دی جائے۔ پھر جب وہ لوگ اس کا اقرار کر لیں تو ان سے زکوٰۃ وصول کرو اور لوگوں کا اچھا اچھا مال نہ چھین لینا۔ (بخاری شریف حدیث: ۷۳۷۲)

سوال کرنے کا حکم اور اس کی اجازت: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون یعنی اگر تم نہیں جانتے تو اہل علم سے پوچھو۔ (النحل: ۴۳)

اور فرمایا: الرحمٰن فسئل بہ خبیرا یعنی رحمان کے بارے میں جاننے والے سے پوچھ۔ (الفرقان: ۵۹)

" عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم لا ینبغی للعالم ان یسکت علیٰ علمہ ولا ینبغی للجاھل ان یسکت علیٰ جھلہ، قال اللہ جل ذکرہ: فسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون "۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: عالم کو زیب نہیں دیتا کہ علم ہوتے ہوئے بتانے سے خاموش رہے اور جاہل کو زیب نہیں دیتا کہ جاہل ہوتے ہوئے پوچھنے سے خاموش رہے، اللہ تعالیٰ جل ذکرہ نے فرمایا: اہل علم سے پوچھ لو اگر تم نہیں جانتے۔ (المعجم الاوسط للطبرانی حدیث: ۵۳۶۵)

من سئل عن علم ثم کتمہ الجم یوم القیامۃ بلجام من نار (ابوداؤد شریف: ۳۶۵۸، ترمذی شریف: ۲۶۴۹)

ترجمہ: جس سے علم کے بارے میں سوال کیا گیا پھر اس نے اسے چھپایا تو ایسے شخص کو قیامت کے دن آگ کی لگام دی جائے گی۔

عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم انما شفاء العی السوال

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: جہالت کے مرض کا واحد علاج سوال ہے۔ (ابوداؤد شریف: ۳۳۷، ابن ماجہ شریف: ۵۷۲، دار قطنی شریف حدیث: ۷۲۳، السنن الکبریٰ للبیہقی جلد ا صفحہ ۲۲۷، الحدیث صحیح)

عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم حسن السوال نصف العلم

یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا سلیقے سے سوال کرنا ادھا علم ہے۔ (شعب الایمان:۶۵۶۸)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ: لـــه لســان سوول و قلب عقول یعنی اس کے پاس سوال کرنے والی زبان ہے اور سمجھ رکھنے والا دل ہے۔ (مصنف عبدالرزاق حدیث:۲۰۴۲۸)

ہاں مگر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے خواہ مخواہ کی قیل وقال اور کثرت سوال سے منع فرمایا: ان اللــه كـره لـكم قيل و قال واضاعة المال و كثرة السوال۔ (احمد حدیث:۱۸۰۹۲)

سوال کا غلط جواب نہ دیں: عن عبد الله بن مسعود رضى الله تعالىٰ عنهما قال يايها الناس من علم شيئاً فليقل به و من لم يعلم فليقل الله اعلم فان من العلم ان يقول لما لا يعلم الله اعلم قال الله عزوجل لنبيه: قل ما اسئلكم عليه من اجر وما انا من المتكلفين۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: اے لوگو! جس شخص کو کسی بات کا علم ہو تو وہ بے شک بولے، اور جو نہ جانتا ہو اسے چاہیے کہ کہے: واللہ اعلم۔ کسی عالم کے علم کی شان یہ ہے کہ اگر اسے کوئی مسئلہ معلوم نہ ہو تو اپنی لاعلمی کا اعتراف کرتے ہوئے کہ: واللہ اعلم۔ (بخاری شریف:۴۸۰۹)

عن ابن عباس رضى الله تعالىٰ عنهما عن النبى صلى الله تعالىٰ عليه واله وسلم قال اتقوا الحديث عنى الا ما علمتم فمن كذب على متعمداً فليتبوا مقعده من النار و من قال فى القران برايه فليتبوا مقعده من النار۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے روایت کیا کہ فرمایا میری حدیث بیان کرتے وقت سخت احتیاط کرو، وہی بات کہو جس کا تمہیں صحیح صحیح علم ہو، جس نے میرے بارے میں جان بوجھ کر جھوٹ بولا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم سمجھ لے۔ (سنن الترمذی حدیث:۲۹۵۱)

وانـما نزل كتاب الله يصدق بعضه بعضاً فلا تكذبوا بعضه ببعض فما علمتم منه فقولوا وما جهلتم فكلوه الىٰ عالمه (مسند احمد:۶۷۴۱)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ کی کتاب اس طرح نازل ہوئی ہے کہ اس کی آیات ایک دوسری کی تصدیق کرتی ہیں، تم لوگ اس کی آیتوں کی ایک دوسری کے ذریعے تکذیب مت کرو جس بات کا صحیح علم ہو وہ بات بہت کہہ دو، مگر جس کے بارے میں علم نہ ہو اس کے لیے اس کے عالم کی طرف رجوع کرو۔

طالب علم اگر کوئی سوال کرے تو استاد کو چاہئے کہ اس کے بارے میں بدگمانی نہ کرے اور اسے شرارت پر محمول نہ کرے، بلکہ اگر کسی سوال کا جواب وقتی طور پر استاد کے ذہن میں نہ بھی ہو تو اسے چاہئے کہ اس کا جواب آئندہ کسی وقت تک موقوف کردے۔ شاگردوں کی تربیت اس طرز پر کی جائے کہ اگر استاد کو کسی سوال کا جواب نہ آتا ہو تو وہ اپنے استاد سے بدگمان نہ ہوں۔ انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ ہر سوال کا جواب ہر عالم کو ہر وقت معلوم اور مستحضر نہیں ہوتا۔ طالب علم سے یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ بیٹا اس سوال کا جواب فلاں کتاب میں تم بھی دیکھنا اور میں بھی دیکھ لوں گا، انشاء اللہ اگلے روز اسے خوب سمجھیں گے۔ جس استاد نے اپنے طلبہ کی تربیت اسی نہج پر کی ہو اور انہیں بیٹا کہہ کر بلاتا ہو اسے اس قسم کی اخلاقی پیچیدگیوں کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔

خود سوال کر کے طلباء میں تجسس پیدا کرنا: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ:

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ایک دن سوال کیا کہ ایسا کون سا درخت ہے جس کے پتے کسی موسم میں نہیں جھڑتے، وہ درخت مسلمان کی طرح ہے، مجھے بتاؤ وہ کون سا درخت ہے؟ لوگ جنگل کے درختوں کے بارے میں غور کرنے لگے۔ میرے دل میں آیا کہ یہ کھجور کا درخت ہے مگر شرم آتا رہا۔ پھر سب نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ ہی بتائیے وہ کیا ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا وہ کھجور کا درخت ہے۔ (بخاری شریف حدیث ۶۱، مسلم حدیث: ۷۰۹۸)

ترجمہ: ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی علمی مجلس کے دوران سب سے پوچھا: آپ اس آیت کی تفسیر میں کیا کہتے ہیں: جب اللہ کی مدد اور اس کی فتح آ جائے تو اور آپ لوگوں کو دیکھیں گے کہ وہ اللہ کے دین میں جوق در جوق داخل ہو جائیں۔ حتیٰ کہ حضرت عمر نے سورت ختم کی، ان بزرگوں میں سے کسی نے کہا: ہم کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ جب ہماری مدد کی جائے اور ہم کو فتح عطا کی جائے تو ہم اللہ کی حمد کریں اور اس سے استغفار کریں اور کسی نے کہا: ہم نہیں جانتے اور کسی نے کچھ بھی نہیں کہا، پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے کہا: اے ابن عباس! (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کیا تم بھی اسی طرح کہتے ہو؟ میں نے کہا نہیں، اور عمر نے کہا پھر تم کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا: اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی زندگی کی مدت بیان کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ خبر دی ہے کہ جب آپ کے پاس اللہ کی مدد اور فتح آ جائے اور فتح سے مراد فتح مکہ ہے تو یہ آپ کی زندگی پوری ہونے کی علامت ہے، سو آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح پڑھیں اور اس سے مغفرت طلب کریں بے شک وہ بہت توبہ قبول فرمانے والا ہے۔ حضرت عمر نے کہا: میں اس آیت کی تفسیر میں اتنا ہی جانتا ہوں جتنا تم جانتے ہو۔ (بخاری شریف: ۴۲۹۴، ترمذی شریف: ۳۳۶۲)

حدیث جبریل میں سیدنا جبریل علیہ السلام کی طرف سے پانچ سوال کئے گئے تھے جن کے جواب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے دیے اور اس طرح پاس بیٹھے ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ علیہم کو دین سکھایا گیا۔ **اتاکم یعلمکم دینکم.**

(مسلم شریف: ۹۳، بخاری شریف: ۵۰)

سمجھا سمجھا کر پڑھانا: **عن عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت کان کلام رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کلاما فصلاً یفھمہ من سمعہ**

ترجمہ: ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا کلام جدا جدا الفاظ کے ساتھ ہوتا تھا، جسے ہر سننے والا سمجھ لیتا تھا۔ (ابوداؤد شریف: ۴۸۳۹، ترمذی شریف: ۳۶۳۹، شمائل ترمذی شریف صفحہ ۱۶۰)

عن ابی سلام عن رجل خدم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کان اذا حدث حدیثاً اعادہ ثلاث مرات۔

ترجمہ: حضرت ابوسلام نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے ایک خادم سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم جب بات کرتے تو اسے تین بار دہرایا کرتے تھے۔ (ابوداؤد شریف حدیث: ۳۶۵۳)

نقشے (ڈایاگرام) سے سمجھانا: حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ:

ترجمہ: ''نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ایک مربع خط بنایا اور اس کے درمیان میں ایک خط بنایا جو مربع سے خارج تھا اور اس مربع کے وسط میں چھوٹے چھوٹے خطوط بنائے مربع کی جانب سے وسط میں، آپ نے فرمایا: یہ انسان ہے اور یہ اس کی اجل موت اس کا احاطہ کرنے والی یا فرمایا: اس کا احاطہ کر چکی ہے اور یہ خط جو اس مربع سے خارج ہے یہ اس کی امید ہے اور یہ چھوٹے چھوٹے خطوط دنیاوی مشکلات ہیں، اگر وہ ایک مشکل سے نکل جائے تو دوسری مشکل اس کو ڈس لیتی ہے۔ اور اگر وہ اس سے نکل جائے تو یہ مشکل اس کو ڈس لیتی

ہے۔ (بخاری شریف حدیث:۶۹۱۷،ترمذی شریف:۲۲۵۴)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ:

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لیے زمین پر خط کھینچا۔ پھر فرمایا یہ اللہ کا راستہ ہے۔ پھر اس کے دائیں بائیں بہت سے خط کھینچے اور فرمایا یہ وہ راستے ہیں جن میں سے ہر ایک پر شیطان ہے جو اس راستے کی طرف بلاتا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی "یہ میرا سیدھا راستہ ہے اس کی اتباع کرو"۔ (مسند احمد حدیث:۴۴۳۶،سنن دارمی:۲۰۸)

شاگردوں کو اولاد کی طرح سمجھنا:

استاد روحانی باپ ہوتا ہے اور استاد پر لازم ہے کہ شاگردوں کو اپنی اولاد کی طرح سمجھے اور شاگردوں پر لازم ہے کہ استاد کو اپنا روحانی باپ سمجھیں۔ استاد اور شاگرد میں دوستوں کی طرح بے تکلفی جائز نہیں۔ استاد پر لازم ہے کہ اس فاصلے کو قائم رکھے مگر اس کے ساتھ ساتھ پدری شفقت ومحبت کو بھی زائل نہ ہونے دے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: **انما انا لکم بمنزلۃ الوالد اعلمکم** یعنی بے شک میں تمہارے لیے بمنزلہ والد کے ہوں، تمہیں علم سکھاتا ہوں۔ (ابوداؤد حدیث:۸،نسائی حدیث:۴۰،ابن ماجہ حدیث:۳۱۳)

یہی حدیث نقل کرتے ہوئے امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ "استاد کی ذمہ داری ہے اور اس کا وظیفہ ہے کہ شاگردوں کو اپنی اولاد کی طرح سمجھے **وان یجریھم مجری بینہ**(احیاء العلوم صفحہ۴۷)

پردہ پوشی: استاد کو چاہیے کہ اپنے طالب علموں کی غلطی پر انہیں حسب ضرورت تنبیہ کرے لیکن خواہ مخواہ ان کے عیب تلاش نہ کرے، جہاں تک ہو ان کی پردہ پوشی کرے، کسی شاگرد کی کمزوریاں اور عیب اس کی غیر موجودگی میں دوسرے طلبہ کے سامنے بیان نہ کرے ورنہ طلبہ میں نفرت پھیلے گی اور وہ اپنے استاد سے بدگمان ہوں گے۔

کبھی مار کبھی پیار: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سات سال کے بچے کو نماز کا حکم دو اور جب دس سال کا ہو جائے تو نماز نہ پڑھنے پر اسے مارو۔ **واضربو علیھا ابن عشر** (ترمذی شریف:۴۰۷،ابوداؤد شریف:۴۹۵)

ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نھی عنھا و قال ابن عباس و کنت اضرب الناس مع عمر بن الخطاب عنھا۔ ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عصر کے بعد نوافل پڑھنے سے منع فرمایا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں اور عمر بن خطاب اس وقت نفل پڑھنے والوں کو مارتے تھے۔ (بخاری شریف:۱۲۳۳)

عن عکرمۃ قال: کان ابن عباس یضع فی رجلی الکبل و یعلمنی القران والسنن.

یعنی حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما مجھے بیڑیاں پہنا کر قرآن اور سنت پڑھاتے تھے۔ (سنن دارمی حدیث:۵۵۷)

حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک اور فرماتے ہیں:

ترجمہ: ایک مرتبہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مسجد میں موجود تھے کہ اتنے میں ایک دیہاتی آیا اور مسجد میں پیشاب کرنے لگ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے کہا رک جا، رک جا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کا پیشاب نہ روکو، اسے چھوڑ دو۔ انہوں نے اسے چھوڑ دیا حتی کہ وہ پیشاب سے فارغ ہو گیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلایا اور فرمایا یہ مسجدیں اس پیشاب جیسی چیزوں کے لئے نہیں ہوتیں اور نہ ہی نجاست کے لئے ہوتی ہیں۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے نماز کے لیے اور قرآن پڑھنے کے لئے ہوتی ہیں۔ یا جیسے بھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اسے سمجھایا۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے حاضرین میں

سے ایک آدمی کو حکم دیا، وہ پانی کا ایک ڈول لایا اور اس پر بہا دیا۔ (مسلم حدیث:۶۶۱، بخاری:۲۱۹۔۶۰۲۵، ۶۱۲۸۔نسائی:۵۳، ابن ماجہ شریف:۵۲۸)

عصری علوم پر تخصص: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں یہودیوں کی کتاب سیکھوں اور فرمایا کہ اللہ کی قسم میں یہودیوں پر ان کی کتاب کے معاملے میں اعتبار نہیں کرتا، آدھا مہینہ بھی نہیں گزرا تھا کہ میں نے اسے سیکھ لیا۔ جب میں سیکھا چکا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب بھی یہودیوں کی طرف کوئی تحریر بھیجتے تو میں وہ تحریر لکھتا تھا اور جب ان کی طرف سے کوئی تحریر آتی تو میں ہی اسے پڑھتا تھا۔

(ترمذی حدیث:۲۷۱۵، ابوداؤد حدیث:۳۶۴۵)

و عنه قال امرنی رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه و اله وسلم ان اتعلم السر یانیة۔

ترجمہ: حضرت زید ہی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے سریانی زبان سیکھنے کا حکم دیا۔ (ترمذی شریف:۲۷۱۵)

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ باطل کا مقابلہ کرنے کے لیے عربی کے علاوہ دیگر زبانیں سیکھنا ضروری ہے بلکہ یہ فرض کفایہ ہے۔

(۵)۔ امتحانات: حضرت عمیرہ فرماتے ہیں کہ:

ترجمہ: ایک آدمی نے اپنے بیٹے سے کہا جاؤ علم حاصل کرو۔ وہ لڑکا چلا گیا اور کچھ عرصہ غائب رہا۔ جب واپس آیا تو اس نے اپنے والد کے سامنے کچھ احادیث بیان کیں۔ اس کے والد نے کہا جاؤ علم حاصل کرو۔ وہ لڑکا دوبارہ کچھ عرصہ غائب رہا۔ پھر وہ کچھ کاغذات لے کر واپس آیا جس میں تحریریں تھیں۔ اس کے والد نے اسے کہا یہ محض سفید کاغذات پر کالی سیاہی ہے۔ جاؤ علم حاصل کرو۔ وہ لڑکا پھر چلا گیا۔ پھر تیسری مرتبہ جب واپس آیا تو اپنے والد سے کہنے لگا آپ جو چاہے مجھ سے پوچھ لیں۔ والد نے کہا بتاؤ اگر تم کسی ایسے آدمی کے پاس سے گزرو جو تمہاری تعریف کرے اور دوسرے آدمی کے پاس سے گزرو جو تمہارے عیب بیان کرے، تو تم کیا کرو گے؟ بیٹے نے کہا اس صورحال میں عیب نکالنے والے کا برا نہیں مناؤں گا اور تعریف کرنے والے پر خوش نہیں ہوں گا۔ پھر والد نے کہا اگر تم سونے کا چاندی کا ٹکڑا زمین پر گرا ہوا پاؤ تو کیا کرو گے؟ لڑکے نے کہا میں اسے نہیں اٹھاؤں گا بلکہ اس کے قریب بھی نہیں جاؤں گا والد نے کہا جاؤ اب تم علم سیکھ چکے ہو۔

(سنن الدارمی حدیث:۳۹۲)

عن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما قال لا یکون الرجل عالماً حتیٰ لا یحسد من فوقه ولا یحقر من دونه ولا یبتغی بعلمه ثمناً

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ کوئی آدمی عالم نہیں ہوسکتا جب تک اپنے سے اوپر والے پر حسد نہیں چھوڑتا، اپنے سے نیچے والے کو حقیر سمجھنا نہیں چھوڑتا اور اپنے علم سے دولت کمانا نہیں چھوڑتا۔ (سنن الدارمی حدیث:۲۹۵)

عن مجاهد رضی الله تعالیٰ عنه قال انما الفقیه من یخاف الله۔

ترجمہ: حضرت مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا فقیہ وہ ہے جو اللہ سے ڈرتا ہے۔ (سنن الدارمی حدیث:۳۰۱)

معلوم ہوا کہ جس کے نفس کی اصلاح نہیں ہوتی وہ عالم نہیں بنتا خواہ اس نے کتنی ہی کتابیں حفظ کرلی ہوں۔ اصلاح نفس کے بغیر درسی کتابیں پڑھ لینے والا ایسا ہی ہے جیسے علم کے بغیر قرآن یاد کرنے والا نابینا حافظ۔ علم کی صحیح برکات کا اندازہ حضور سیدنا قطب الاقطاب شیخ عبدالقادر جیلانی قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس کے اس فرمان سے لگائیے:

درست العلم حتیٰ صرت قطباً   ونلت السعد من مولی الموالی

ترجمہ: میں علم پڑھارہا حتی کہ میں قطب بن گیا اور میں آقاؤں کے آقا جل شانہ کی طرف سے سعادت مندی کو پہنچ گیا۔

یکبارگی دی گئی تین طلاقوں کا ایک کہنا

قرآن و حدیث کا انکار ھے

مفتی ابن مفتی، مناظر اسلام حضرت علامہ شفقات احمد مجددی نقشبندی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (آخری قسط)

اگر معاذ اللہ صحابہ کرام کا کردار مشکوک ہے تو پھر پورے کا پورا دین ہی مشکوک ہے فاعتبروا یا اولو الابصار۔ البتہ اگر کوئی دوست ضرور ہی جناب ابن عباس کی روایت جو کہ موقوف ہے پہ مسئلہ کو موقوف کرنا چاہتا ہے تو پھر اسے چاہیے کہ جناب ابوالصہبا کی یہ روایت دوسرے مقام پر جہاں مفصل طور پر صحاح ستہ میں موجود ہے اس کے مطابق عمل کریں کیونکہ اصول حدیث کا یہ ایک مسلم مسئلہ ہے کہ اگر کوئی محدث کسی مقام پر ایک روایت کو کچھ مبہم یا مختصر بیان کرتا ہے اور دوسرے مقام پر وہی روایت مفصل اور واضح موجود ہے تو مبہم کو چھوڑ کر مفصل پر عمل کیا جائے گا امام بخاری نے بھی اپنی صحیح میں یہ اصول بیان کیا ہے لکھتے ہیں "المفسر يقضى على المبهم اذا رواه اهل الثبت (بخاری جلد ۱ صفحہ ۲۰۱) لہٰذا دوسری مفصل روایت پیش خدمت ہے۔ عن طاؤس ان رجلا يقال له ابو الصهباء كان كثير السوال لابن عباس قال اماعلمت ان الرجل كان اذا طلق امراة ثلاثا قبل ان يدخل بها جعلوها واحدة على عهد رسول الله ﷺ وابى بكر وصدر امن امارة عمر قال ابن عباس بلى كان الرجل اذا طلق امراة ثلاثا قبل ان يدخل بها جعلوها واحدة على عهد رسول الله ﷺ وابى بكر وصدرا من امارة عمر فلمار اى الناس قد تتابعوا فيها قال اجيزوهن عليهم

(ابوداؤد شریف جلد ا صفحہ ۲۹۹، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۵ صفحہ ۲۶، بیہقی جلد ۷ صفحہ ۳۳۸، روح المعانی جلد ۲ صفحہ ۱۳۸) اس روایت کے متعلق مخالف حضرات کے معتمد محدث محمد شمس الحق عظیم آبادی رقمطراز ہیں۔ فهذا حديث صحيح ثابت رواته ائمة حفاظ حدث به عبدالرزاق وغيره عن ابن جريج بصيغة الاخبار وحدث به كذالک ابن جريج عن عبدالله بن طاؤس عن ابيه فلا مطعن فيه لطاعن (التعلیق المغنی جلد ۴ صفحہ ۵۰) یعنی یہ روایت صحیح اور ثابت ہے اس کے راوی حفاظ کے امام ہیں اور اسے محدث عبدالرزاق نے بھی کئی مختلف سندوں سے روایت کیا ہے لہٰذا اس روایت میں کوئی بھی ایسا سقم نہیں ہے جس پر طعن کیا جا سکے اس مفصل اور صحیح حدیث سے ثابت ہوا کہ اس روایت میں اس عورت کا ذکر کیا جا رہا ہے جس کا نکاح تو ہو گیا ہو لیکن رخصتی سے قبل ہی طلاق دے دی جائے تو اس کو دی گئی تین طلاقیں ایک ہی شمار ہوتی تھیں۔ محدث علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ فاجاب قوم عن حديث ابن عباس المتقدم انه فى غير المدخول بها (عمدۃ القاری جلد ۲۰ صفحہ ۲۳۴) یعنی علماء نے ابن عباس کی اس حدیث کا جواب یہ دیا ہے کہ وہ غیر مدخولہ کیلئے ہے اسی طرح امام بیہقی فرماتے ہیں ان معناه اذا قال للبكر انت طالق انت طالق انت طالق كانت واحدة فغلظ عليهم عمر رضى الله عنه فجعلها ثلاثا قال الشيخ ورواية ابو ايوب السختيانى تدل على صحة هذا التاويل یعنی ابن عباس کی روایت کا مطلب یہ ہے کہ جب غیر مدخولہ عورت کو کہا جاتا تجھے طلاق ہے تجھے طلاق ہے تجھے طلاق ہے تو اس کو ایک طلاق ہی شمار کیا جاتا تھا جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس بات پر لوگوں پر سختی کی اور آپ نے غیر مدخولہ کی طلاق کو بھی تین قرار دیا اور ابوایوب سختیانی کی

روایت بھی اس تاویل کے صحیح ہونے پر دلالت کرتی ہے (سنن الکبری جلد ۷ صفحہ ۳۳۸) نیز بیہقی وقت علامہ قاضی ثناء اللہ بیان فرماتے ہیں ومن الناس من قال ان فی قوله انت طالق ثلاثا یقع فی المدخول بها ثلاثا وفی غیر المدخول بهاواحدة (تفسیر مظہری جلد ا صفحہ ۳۰۱) یعنی عورت کو یہ کہنا کہ تجھے تین طلاق اس سے مدخولہ عورت پر تین طلاقیں واقع ہوں گی اور غیر مدخولہ کو تین طلاق یکبارگی کہنے سے اس پر ایک طلاق پڑے گی۔ لیکن احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنھما بعد میں خود بھی ایسی عورت کے متعلق حرمت کا فتویٰ ہی دیا کرتے تھے چنانچہ حدیث شریف میں ہے "عن محمد بن ایاس بن البکیر قال طلق رجل امراة ثلاثا قبل ان یدخل بها ثم بدا له ان ینکحها فجاء یستفتی فذهبت معه السائل له اباهریرة وعبدالله بن عباس عن ذالک فقالا لایری ان تنکحها حتی تتزوج زوجا غیرک فقال انما کان طلاقی ایاهاواحدة فقال ابن عباس رضی الله عنهما انک ارسلت من یدک ماکان لک من فضل (ابوداؤد جلد ا صفحہ ۳۴۴، موطا امام مالک صفحہ ۲۰۷، طحاوی جلد ۳ صفحہ ۵۷ وغیرہ) یعنی جناب محمد بن ایاس بن بکیر بیان فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے اپنی عورت کو اس کے پاس جانے سے پہلے یک لخت تین طلاقیں دے دیں پھر اس نے نکاح کا ارادہ کیا تو وہ فتویٰ پوچھنے کیلئے آیا میں بھی اس کے ساتھ چل پڑا اس نے جناب عبداللہ بن عباس اور جناب ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اس کے متعلق مسئلہ پوچھا تو ان دونوں نے کہا جب تک وہ عورت کسی اور شخص سے نکاح نہ کرلے (اور وہ مباشرت تامہ کے بعد خود بخود طلاق نہ دیدے یا وہ مر نہ جائے پھر وہ عورت اپنی شرعی عدت پوری نہ کرلے اس وقت تک تو اس عورت سے نکاح نہیں کرسکتا اس نے کہا میں نے یکبارگی ہی تینوں طلاقیں دیدی تھیں اس پر جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنھما نے فرمایا بے شک تو نے یکبارگی ہی اپنے ہاتھ سے چھوڑ دیا جو تیرے لئے باقی رہنے والا تھا (یعنی بعد کی دو طلاقیں تو یہ تیرا گناہ ہے اس کا خمیازہ بھی تجھے ہی کو بھگتنا پڑے گا) امام مالک نے اس مسئلہ کو ایک اور سند اور ایک اور طریق سے بھی بیان کیا ہے عن عطاء بن یسار انه جاء رجل یسال عبدالله بن عمرو بن العاص عن رجل طلق امراته ثلاثا قبل ان یمسها قال عطاء فقلت انما طلاق البکر واحدة فقال لی عبدالله بن عمر وبن العاص انما انت قاص .الواحدة تبینها والثلاث تحرمها حتی تنکح زوجا غیره (موطا امام مالک صفحہ ۲۰۷) یعنی جناب عطاء بن یسار بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے ایسے شخص کے بارے میں پوچھا جس نے بیوی کے پاس جانے سے پہلے اسے تین طلاق دیدی تھیں تو آپ نے جواب دیا کہ تین طلاقوں نے اس عورت کو حرام کردیا حتی کہ وہ کسی اور شخص سے نکاح کرے۔

☆ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ جناب ابن عباس کی روایت کو ایک اور سند اور ایک اور طریق سے بھی بیان کرتے ہیں۔ عن معاویة بن ابی عیاش الانصاری انه کان جالسا مع عبدالله بن زبیر وعاصم بن عمر قال فجاء هما محمد بن ایاس بن البکیر فقال ان رجلا من اهل البادیة طلق امراة ثلاثا قبل ان یدخل بها فماذا تریان فقال عبدالله بن الزبیر ان هذا الامر مابلغ لنا فیه قول فاذهب عبدالله بن عباس وابی هریرة فانی ترکتها عندعائشة فاسلهما ثم آتنافا خبرنا فذهب فسالهما فقال ابن عباس لابی هریرة افته یا اباهریرة فقد جاء تلک معضلة فقال ابوهریرة الواحدة تبینها والثلاث تحرمهاحتی تنکح زوجا غیره وقال ابن عباس مثل ذالک (موطا امام مالک صفحہ ۲۰۸، طحاوی جلد ۳ صفحہ ۵۷ وغیرہ) یعنی جناب ایاس بن بکیر رضی اللہ عنہ نے جناب عبداللہ بن عباس اور جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے اس شخص کے بارے میں فتویٰ پوچھا جس نے

مباشرت تامہ سے پہلے ہی اپنی بیوی کو تینوں طلاقیں دے دی ہوں تو دونوں جلیل القدر صحابیوں نے فتوی دیا کہ وہ عورت اس پر حرام ہوگئی ہے یہاں تک کہ وہ کسی اور مرد سے نکاح کرے (پھر وہ مرد اس عورت کو خود بخود طلاق دیدے یا وہ مر جائے تو عدت شرعی گزرنے کے بعد وہ عورت پہلے خاوند سے نکاح کر سکتی ہے اس تمام عمل کو "حلالہ" یعنی کسی حرام چیز کے حلال ہونے کا شرعی طریقہ)

☆ جناب ابو ہریرہ اور جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ فتوی حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واسطے سے بھی روایت کیا گیا ہے (طحاوی جلد۳ صفحہ ۵۸) اس طرح کی متعدد روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ بعد میں جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما یکبارگی تین طلاقوں کے متعلق غیر مدخولہ کے بارے میں بھی حرمت کا فتوی ہی دیا کرتے تھے اور آپ کا حرمت کا فتوی دینا اس بات کا پختہ ثبوت ہے کہ آپ کے نزدیک پہلا حکم یعنی یکبارگی باکرہ عورت کو تین طلاق کو ایک شمار کرنا یہ حکم منسوخ ہو چکا تھا ورنہ آپ کبھی بھی اپنے پہلے فتوے کے خلاف فتوی نہ دیا کرتے یہاں تک تو باکرہ کو تین طلاق یکبارگی دینے کا مسئلہ تھا اس کے متعلق بھی متعدد صحیح روایات سے آپ نے جناب عبداللہ بن عباس کے فتاوی ملاحظہ فرمائیے آیئے اب احادیث و آثار کی روشنی میں جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے فتاوی جو آپ نے مدخولہ کو یکبارگی تین طلاق دینے کے متعلق بیان فرمائے ہیں ان میں سے چند ایک کا مطالعہ کرتے ہیں تا کہ یکبارگی دی گئی تین طلاقوں کے متعلق آپ کا فیصلہ اور موقف سب پر روز روشن کی طرح واضح ہو جائے تا کہ آپ کا نام لیکر کوئی کسی کو دھوکا نہ دے سکے

امام ابوداؤد حضرت مجاہد کے حوالہ سے روایت فرماتے ہیں "فجاء رجل فقال انه طلق امراة ثلاثا قال فسكت حتى ظننت انه رادها اليه ثم قال ينهض احدكم فيركب الحموقة ثم يقول يا ابن عباس يا ابن عباس وان الله قال ومن يتق الله يجعل له مخرجا . وانك لم تتق الله فلا اجدلك مخرجا عصيت ربك وبانت منك امرأتك وان الله قال يا ايها النبي اذاطلقتم النساء فطلقو هن لعدتهن " في قبل عدتهن قال ابو داؤد روى هذالحديث حميد الاعرج وغيره عن مجاهد عن ابن عباس ورواه شعبة عن عمرو بن مرة عن سعيد بن جبير عن ابن عباس وايوب وابن جريج جميعا عن عكرمة ابن خالد عن سعيد بن جبير عن ابن عباس وابن جريج عن عبدالحميد بن رافع عن عطاء عن ابن عباس ورواه الاعمش عن مالك بن حارث عن ابن عباس وابن جريج عن عمرو بن دينار عين ابن عباس كلهم قالو ا في الطلاق الثلاث انه اجازها قال وبانت منك نحو حديث اسماعيل عن ايوب عن عبدالله بن كثير (ابوداؤد جلد ا صفحہ ۲۹۹، وباختلاف الفاظ بیہقی جلد ۷ صفحہ ۳۳۱، دارقطنی جلد ۴ صفحہ ۱۳، فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۳۱۶، درمنثور جلد ۶ صفحہ ۲۳۰ وغیرہ وقال الحافظ فی الفتح اسنادہ صحیح تعلیق المغنی جلد ۴ صفحہ ۱۳) یعنی ایک شخص جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس آیا اور کہنے لگا میں نے اپنی بیوی کو (ایک ہی بار میں) تین طلاق دیدی ہیں آپ خاموش ہو گئے میں (حضرت مجاہد) نے گمان کیا کہ شائید آپ اس شخص کو اسکی بیوی واپس فرمادیں گے پھر جناب ابن عباس کہنے لگے کہ تم میں کوئی حماقت پر سوار ہو کر چلتا ہے پھر پکارتا ہے اے ابن عباس اے ابن عباس (کوئی میرے لیے تدبیر کرو) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو اللہ سے ڈریگا اللہ تعالیٰ اس کے نکلنے کی کوئی تدبیر فرمادے گا اور تو اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرا لہٰذا میں تیرے لیے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں پاتا تو نے (یکدم تینوں طلاق دیکر) اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور تیری عورت تجھ سے جدا ہو گئی اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اے نبی ﷺ جب طلاق دو تم عورتوں کو تو طلاق دو ان کو عدت کے شروع ہونے کے وقت یعنی طہر میں۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ حمید الاعرج نے بھی جناب مجاہد کے واسطے سے جناب ابن عباس کی یہ روایت بیان کی ہے اور جناب شعبہ نے عمرو بن مرہ اور

سعید بن جبیر کے حوالے سے اور جناب ایوب نے اور ابن جریج نے عکرمہ بن خالد اور سعید بن جبیر کے واسطہ سے اور ابن جریج نے عبدالحمید بن رافع اور حضرت عطاء کے واسطے سے اور جناب اعمش نے مالک بن حارث کے واسطے سے اور ابن جریج نے عمرو بن دینار کے واسطے سے جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت نقل کی ہے اور یہ سب حضرات کہتے ہیں کہ جناب ابن عباس اکٹھی دی گئی تین طلاقوں کو تین ہی قرار دیتے تھے اور مرد وعورت میں جدائی کرا دیتے تھے جیسا کہ مذکورہ بالا جناب اسماعیل کی روایت میں بیان کیا گیا ہے شائد کوئی یہ کہے کہ اس میں ماہ بماہ دی گئی تین طلاقیں مراد ہیں تو گزارش ہے کہ اس میں تو آج تک نہ اختلاف تھا نہ ہے اور نہ ہی آئندہ ہو سکتا ہے اور پھر امام مجاہد جیسے عالم، ماہ بماہ دی ہوئی تین طلاق کے بعد واپسی کے متعلق کیسے سوچ سکتے ہیں نیز محسن اہلحدیث علامہ وحید الزمان نے بھی اس حدیث کا ترجمہ کرتے ہوئے ''ایک ہی بار'' اور ''ایک منہ سے تین طلاق'' کے الفاظ ذکر کئے ہیں دیکھیں ابوداؤد مترجم جلد ۲ صفحہ ۷۶ مطبوعہ قرآن محل کراچی، لہٰذا یہ یقینی بات ہے کہ یہاں یکبارگی تین طلاق کا مسئلہ ہی پوچھا گیا تھا اور جناب ابن عباس نے یکبارگی دی گئی تین طلاقوں پر ہی اسے گناہ گار فرمایا اور اس کی بیوی کو اس سے جدا کر دیا۔

☆ اسی طرح ایک آدمی جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس آیا اور کہا کہ میرے چچا نے اپنی بیوی کو (یکبارگی) تین طلاقیں دیدی ہیں تو جناب ابن عباس نے فرمایا تیرے چچا نے (یکبارگی تین طلاق دیکر سنت کا خلاف کر کے) اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہے لہٰذا اب اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کیلئے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں ہے (یعنی اس کی عورت اس پر حرام ہوگئی اور رجوع نہیں ہوسکتا۔ روائیت کے الفاظ اس طرح ہیں۔ **اتاہ رجل فقال ان عمی طلق امراتہ ثلاثا فقال ان عمک عصی اللہ فاندمہ اللہ فلم یجعل لہ مخرجا** (سنن الکبری جلد ۷ صفحہ ۳۳۷، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۵ صفحہ ۱۱، طحاوی جلد ۳ صفحہ ۵۷، جوہر النقی جلد ۷ صفحہ ۳۳۲ وغیرہ)

☆ محدث دارقطنی جناب مجاہد کی روایت کو تین مختلف سندوں کے ساتھ بیان فرماتے ہیں۔ **قال کنت جالسا مع عبداللہ ابن عباس یوما فاتاہ رجل فقال یا ابن عباس انی طلقت امراتی ثلاثا فقال ابن عباس عصیت ربک وحرمت علیک امراتک ولم تتق اللہ فیجعل لک فرجا۔** (دارقطنی جلد ۴ صفحہ ۶۰ تین سندوں کے ساتھ) کہ جناب مجاہد بیان فرماتے ہیں کہ ایک دن میں جناب ابن عباس کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک آدمی آیا اور کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو (یکبارگی) تین طلاقیں دیدی ہیں تو جناب ابن عباس نے فرمایا تو نے (اکٹھی تینوں طلاقیں دیکر) اپنے رب کی نافرمانی کی ہے اور تیری بیوی تجھ پر حرام ہوگئی ہے اور تو اللہ سے نہیں ڈرا کہ اللہ تعالیٰ تیرے لئے کوئی راستہ نکالے۔

☆ مشہور ومعتبر محدث ومفسر علامہ قرطبی بھی جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اسی طرح بیان فرماتے ہیں کہ جو آدمی اپنی بیوی کو (یکبارگی) تین طلاقیں دیدے اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور اس کی بیوی اس سے جدا ہوگئی اور اب وہ اس عورت سے اس وقت تک نکاح نہیں کرسکتا جب تک کہ وہ کسی اور مرد سے نکاح نہ کرلے عبارت اس طرح ہے۔ **عن ابن عباس فی من طلق امراتہ ثلاثا. انہ قد عصی ربہ وبانت منہ امراتہ ولا ینکحھا الابعد زوج** (تفسیر قرطبی جلد ۳ صفحہ ۱۲۹)

☆ ایک آدمی نے جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو (۱۰۰) سو مرتبہ طلاق دیدی ہے آپ میرے بارے میں کیا فرماتے ہیں جناب ابن عباس نے فرمایا تیری بیوی تو تین طلاقوں ہی سے تجھ سے علیحدہ ہوگئی اور باقی ستانوے طلاقوں سے تو نے اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ مذاق کیا ہے روایت کے الفاظ ہیں۔ **ان رجلا قال لا بن عباس انی طلقت امراتی ماۃ. فماذ**

اتری علی .فقال ابن عباس طلقت منک بثلاث وسبع وتسعون اتخذت بها آیات الله هزوا (مشکوۃ صفحہ ۲۷۶،سنن الکبریٰ جلد ۷ صفحہ ۳۳۱،طحاوی جلد ۳ صفحہ ۵۸،مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۵ صفحہ ۱۳،موطا امام مالک صفحہ ۳۹۶،تفسیر قرطبی جلد ۳ صفحہ ۱۵۶ وغیرہ)

☆ جناب مجاہد کی ایک روایت اس طرح ہے۔ان رجلا قال لابن عباس رجل طلق امراته ماة فقال عصیت ربک وبانت منک امراتک لم تتق الله فیجعل لک مخرجا .من یتق الله یجعل له مخرجا (طحاوی جلد ۳ صفحہ ۵۸،دار قطنی جلد ۴ صفحہ ۱۳)یعنی سو طلاق دینے والے شخص کو جناب ابن عباس نے فرمایا تو نے اپنی رب کی نافرمانی کی ہے اور تیری عورت تجھ سے جدا ہوگئی تو نے اللہ کا خوف نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ تیرے لئے کوئی راستہ نکالے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اسکے نکلنے کی ضرور کوئی سبیل پیدا فرما دیتا ہے

☆ جناب سعید بن جبیر روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اس شخص کا مسئلہ پوچھا جو اپنی عورت کو سو طلاق دے بیٹھا ہو تو آپ نے جواب دیا کہ تین طلاقوں سے اس کی عورت اس پر حرام ہوگئی اور باقی ستانوے طلاقوں کا گناہ اس کی گردن پر ہوگا کیونکہ اس نے اس طرح اللہ تعالیٰ کی آیات سے مذاق کیا ہے روایت کے الفاظ ہیں۔عن سعید بن جبیر ان رجلا سال ابن عباس ان رجلا طلق امراته مائة فقال ثلاث تحرمها علیه وسبعة وتسعون فی رقبته انه اتخذ آیات الله هـزوا (طحاوی جلد ۳ صفحہ ۵۸،دار قطنی جلد ۴ صفحہ ۱۲، ۲ سندوں کے ساتھ)اغلباً یہاں تو کسی کو یہ شبہ نہیں ہوسکتا کہ یہ سو طلاقیں ماہ بماہ دی گئی تھیں ان روایات کے مضمون سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ یہ سو طلاق یکبارگی ہی کہی گئی تھیں کہ "میں نے تجھے سو طلاق دیں" اگر ماہ بماہ کا حساب لگایا جائے تو یہ ۸ سال ۴ ماہ بنتے ہیں۔فافهم یا اولی الابصار ،

☆ اسی طرح ایک روایت ہے کہ جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک آدمی نے مسئلہ پوچھا کہ اس نے اپنی بیوی کو ایک ہزار (۱۰۰۰) طلاق دیدی ہے جناب ابن عباس نے فرمایا تین طلاق سے وہ تجھ پر حرام ہوگئی اور باقی نوسو ستانوے طلاق کا گناہ تجھ پر ہوگا کیونکہ اس طرح تو نے اللہ کی آیات سے ٹھٹھا کیا ہے روایت کے الفاظ ہیں۔رجل طلق امراته الفا قال اما الثلاث فتحرم علیک امراتک وبقیهن علیک وزرا اتخذت آیات الله هزوا (بیہقی جلد ۷ صفحہ ۳۳۲، ۳۳۷،دار قطنی جلد ۴ صفحہ ۱۴)

☆ اسی طرح جناب عبداللہ بن عباس سے جناب سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی روایت فرماتے ہیں۔ان رجلا طلق امراته الفا فقال یکفیک من ذالک ثلاث وتدع تسع ماة وسبعاو تسعین (دار قطنی جلد ۴ صفحہ ۱۳)یعنی ایک آدمی نے اپنی بیوی کو ایک ہزار (۱۰۰۰) طلاق دیدی تو جناب ابن عباس نے فرمایا۔ان میں سے تجھے تین ہی کافی ہیں (یعنی تین طلاق سے ہی تیری بیوی تجھ پر حرام ہو گئی تھی اتنی بار کہنے کی کیا ضرورت تھی) یقیناً اس بات میں تو کسی عقلمند کو کوئی شبہ نہیں ہوگا کہ یہ ایک ہزار طلاق دینے والے لوگوں نے ایک ہی دفعہ میں یکدم، ایک ہی منہ سے اکٹھی ایک ہزار طلاق دی تھیں یعنی اس طرح کہہ دیا کہ "تجھے ایک ہزار طلاق" اور اگر ہر طہر میں ماہانہ ایک ایک کر کے کوئی شخص اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاق دے تو یہ تراسی سال اور چار ماہ بنتے ہیں تو کیا اتنی مدت تک وہ لوگ طلاقیں ہی دیتے رہتے تھے یقیناً مذکورہ بالا لوگوں نے یکبارگی ہی سب طلاقیں دی تھیں۔

☆ بلکہ روایات میں تو یہاں تک بھی ہے کہ بعض لوگوں نے اپنی عورتوں کو اس طرح کہہ دیا کہ "تجھے ستاروں کی تعداد کے برابر طلاق اور جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے حرمت کا فتویٰ دیا مثلاً ایک روایت کے الفاظ ہیں سئل عن رجل طلق امراته عدد النجوم فقال انما یکفیک راس الجوزاء (سنن الکبریٰ جلد ۷ صفحہ ۳۳۷،مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۵ صفحہ ۱۵)

☆ اسی طرح امام دارقطنی نے دومختلف سندوں سے روایتیں بیان کی ہیں ایک روایت کے الفاظ ہیں۔عن سعید بن جبیر و مجاهد عن ابن عباس انه سئل عن رجل طلق امراته عددالنجوم فقال اخطا السنة حرمت علیه امراته (دارقطنی جلد۴صفحہ۲۱)، یعنی ایسے شخص کے متعلق فتویٰ پوچھا گیا جس نے اپنی بیوی کو کہہ دیا تھا کہ ''تجھے ستاروں کی تعداد کے برابر طلاقیں تو جناب ابن عباس نے فرمایا اس نے سنت طریقہ کو نظر انداز کر دیا لیکن اس کی بیوی اس پر حرام ہوگئی اس طرح کی اور بھی کئی روایتیں ہیں نیز دیگر کئی صحابہ کرام سے بھی ایسی ہی روایتیں ہیں تو ایک سو یا ایک ہزار طلاق کو تو سالوں اور مہینوں میں گنا جا سکتا ہے اور شائید کوئی کوردماغ ان سے بھی علیحدہ علیحدہ کی طلاقیں ہی مراد لے لیکن جن روایات میں ''ستاروں کی تعداد کے برابر'' طلاقیں دی گئی ہیں ان کا شمار کون اور کیسے کرے گا بلکہ سائنس دان تو آئے دن مزید نئے نئے ستاروں (سیاروں) کی نشاندہی کرتے رہتے ہیں البتہ اگر صرف پہلے سے معلوم تعداد کے مطابق بھی ماہانہ طلاق کی گنتی شمار کی جائے تو شائید ایک پوری نسل کی عمریں ملا کر بھی ایک طلاق کی مدت پوری نہ ہوسکے لہٰذا ان روایات کے متعلق تو ہرگز ہرگز کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ طلاقیں ایک ایک کر کے علیحدہ علیحدہ دی گئی تھیں یہاں تو یہ ماننے بغیر کوئی چارہ ہی نہیں ہے کہ یہ طلاقیں یقیناً ثم یقیناً ایک ہی دفعہ ایک ہی مجلس میں اکٹھی اور یکبارگی دی گئی تھیں اور جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے یکبارگی ایک سو طلاق دینے پر، ایک ہزار طلاق دینے پر، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۵ صفحہ ۱۳ کی ایک روایت کے مطابق گیارہ سو طلاق دینے پر اور ستاروں کی تعداد کے برابر طلاق دینے پر ان یکبارگی زیادہ دی گئی طلاقوں کو ایک شمار نہ فرمایا بلکہ ان یکبارگی زیادہ دی گئی طلاقوں کو اتنی ہی شمار فرمایا اور اس کے مطابق آیات قرآنیہ کے حوالے دے دیکر ان عورتوں کی حرمت بیان فرمائی اور دوبارہ ان کے ملاپ کا قرآنی حکم یعنی حلالہ ''حتی تنکح زوجا غیره '' بیان فرما کر اس کے علاوہ صلح، راضی نامہ اور رجوع وغیرہ کے تمام طریقوں کا غلط، ناجائز اور حرام ہونا بیان فرما دیا۔ کیا کوئی صاحب عقل و دانش شخص ان حضرت ابن عباس کے متعلق یہ گمان کر سکتا ہے کہ یہ ''ایک ہی دفعہ میں دی گئی تین طلاقوں کو ایک شمار فرماتے تھے'' یہ جھوٹ ہوگا الزام ہوگا بلکہ ان پر بہتان عظیم ہوگا اور جبکہ اس موقوف روایت کی بھی دوسرے مقامات پر وضاحت موجود ہے کہ وہ حکم بھی جب تک آپ کا تھا ''غیر مدخولہ'' کیلئے تھا اور محدثین و مفسرین اور اکابر علماء سلف وخلف نے اس وضاحت کو قبول کیا ہے اور بعد میں خود جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے اس فیصلے اور فتوے سے بھی رجوع فرما لیا تھا اور باقی زندگی آپ ''غیر مدخولہ مطلقہ ثلاثہ کیلئے بھی حرمت کا فتویٰ ہی جاری فرماتے رہے۔ الحمدللہ بمنہ حق روز روشن کی طرح واضح ہوگیا۔ بعض لوگ حضرت رکانہ کی روایت کو پیش کرتے ہیں یعنی حضرت رکانہ نے اپنی بیوی کو یکبارگی تین طلاقیں دیدیں تو نبی کریم ﷺ نے یکبارگی دی گئی تین طلاقوں کو ایک قرار دیا اور انکا رجوع کرادیا۔ تو جناب گذارش ہے کہ احادیث کا مطالعہ کر کے دیکھیں حضرت رکانہ نے تین طلاق یکبارگی نہیں دی تھیں بلکہ آپ نے طلاق بتہ دی تھی جس کا دارومدار مرد کی نیت پر ہوتا ہے اور چونکہ طلاق بتہ ایک سے لیکر تین تک ہو سکتی ہے لہٰذا بعض راویوں نے حضرت رکانہ کی طلاق بتہ کو طلاق ثلاثہ کے الفاظ کے ساتھ بیان کر دیا ہے جس سے بعض حضرات کو دھوکا ہو جاتا ہے آئیں ذرا احادیث مبارکہ کا مطالعہ کریں اور حقیقت کو واضح کریں۔

☆ امام ترمذی نے باب باندھا ہے ''ماجاء فی رجل طلق امراة البتة '' یعنی اپنی عورت کو طلاق بتہ دینے والے کے متعلق جو وارد ہے اس کا بیان۔ اور اس باب کے تحت امام ترمذی یہی حضرت رکانہ والی روایت نقل فرماتے ہیں یعنی حضرت رکانہ بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں نے اپنی بیوی کو طلاق بتہ دیدی ہے (میرے متعلق کیا حکم ہے) آپ نے فرمایا تیرا ارادہ کتنی طلاقوں کا تھا

؟حضرت رکانہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ میرا ارادہ تو صرف ایک طلاق دینے کا تھا حضور نے فرمایا اللہ کی قسم اٹھا کر کہتے ہو؟ جناب رکانہ نے عرض کی ہاں یارسول اللہ ﷺ میں اللہ کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ واقعی میرا ارادہ ایک ہی طلاق کا تھا تو آپ نے فرمایا پس تمہاری نیت کے مطابق ہی حکم ہوگا یعنی اگر تو نے طلاق بتہ دیتے وقت ایک طلاق کا ارادہ کیا تھا تو وہ ایک طلاق ہی شمار ہوگی روایت کے الفاظ ہیں عن عبدالله بن يزيد بن ركانة عن ابيه عن جده قال اتيت النبي ﷺ فقلت يا رسول الله اني طلقت امراتي البتة فقال ماردت بها قلت واحدة قال والله قلت والله قال فهوما اردت (ترمذی جلد ا صفحہ ۲۲۲)

☆ امام ابوداؤد نے باب باندھا ہے "فی البتۃ" یعنی طلاق بتہ کے بیان میں اور اس باب میں محدث ابوداؤد نے یہی حضرت رکانہ والی روایت نقل فرمائی ہے روایت کے الفاظ ہیں۔ان ركانة بن عبديزيد طلق امراته سهيمة البتة فاخبر النبي ﷺ بذالك وقال والله ماردت الاواحدة فقال رسول الله ﷺ والله ماردت الاواحدة فقال ركانة والله ماردت الاواحدة فردها اليه رسول الله ﷺ (ابوداؤد جلد ا صفحہ ۳۰۰)

☆ امام ابن ماجہ نے باب باندھا ہے "طلاق البتۃ" یعنی طلاق بتہ کا بیان۔ اور اس باب کے تحت امام ابن ماجہ نے یہی حضرت رکانہ والی روایت نقل فرمائی ہے روایت کے الفاظ ہیں۔عن عبدالله بن علي بن يزيد بن ركانة عن ابيه عن جده انه طلق امراته البتة فاتى رسول الله ﷺ فساله فقال ما اردت بها قال واحدة قال آلله ماردت بها الاواحدة قال آلله ماردت بها الاواحدة قال فردها اليه (ابن ماجہ صفحہ ۱۴۹)

☆ امام بیہقی اپنی سنن میں نقل فرماتے ہیں۔قال الشافعي رحمته الله وطلق ركانة امراته البتة وهي تحتمل واحدة وتحتمل الثلاث فساله النبي ﷺ عن نيته واحلفه عليها (سنن الکبریٰ جلد ۷ صفحہ ۳۲۹)

☆ امام بیہقی نقل فرماتے ہیں۔قال ابو داؤد حديث نافع بن عجير وعبدالله بن علي بن يزيد بن ركانة عن ابيه عن جده ان ركانة طلق امراته البته فردها النبي ﷺ اصح لانهم ولد الرجل واهله اعلم به ان ركانة انما طلق امراة البتة فجعلها النبي ﷺ واحدة ۔(بیہقی جلد ۷ صفحہ ۳۳۹،ابوداؤد جلد ا صفحہ ۲۹۹) اس روایت پر حاشیہ میں ہے۔حدیث رکانۃ ۔ فهذا دليل على انه لو ارادالثلاث لوقعهن والافلم يكن لتحليفة معنى واماالرواية التي رواها المخالفون ان ركانة طلق ثلاثا فجعلها واحدة فرواية ضعيفة عن قوم مجهولين وانما الصحيح منها ماقد مناه انه طلقها البتة ولفظ البتة محتمل للواحدة وللثلاث ولعل صاحب هذه الرواية الضعيفة اعتقد ان لفظ البتة يقتضى الثلاث فرواها بالمعنى الذي فهمه وخلج في ذالك (التعلیق المحمود جلد ا صفحہ ۲۹۹)

☆ امام بیہقی حضرت رکانہ کی تین طلاق والی روایت نقل فرما کے آگے لکھتے ہیں۔وهذاالاسناد لاتقدم به الحجة مع ثمانية رو واعن ابن عباس رضى الله عنهما فتياة بخلاف ذالك و مع رواية اولاد ركانة۔ان طلاق رکانۃ کان واحدۃ (سنن الکبریٰ جلد ۷ صفحہ ۳۳۹)

☆ محدث ماردینی ترکمانی اسی حضرت رکانہ والی روایت پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں "وذكر صاحب الموطا بسند جيد انه طلقها البتة ولم يذكر الثلاث (جوہر النقی جلد ۷ صفحہ ۳۳۰)

☆ محدث ابن ابی شیبہ نے باب باندھا ہے "ماقالو ا فی الرجل یطلق امراۃ البتۃ" اور اس طلاق بتہ والے باب میں یہی حضرت رکانہ والی روایت نقل فرمائی ہے روایت کے الفاظ ہیں عن عبداللہ بن علی بن یزید بن رکانۃ عن ابیہ عن جدہ انہ طلق امراتہ البتۃ فاتی النبی ﷺ فسالہ فقال ماأردت بھا ؟فقال واحدۃ قال آللہ ماأردت بھا الاواحدۃ ؟قال آللہ ما اردت بھا الاواحدۃ قال فرد علیہ (مصنف ابن ابی شیبہ جلد۵ صفحہ ۶۵)

☆ محدث دارقطنی نے اسی حضرت رکانہ والی روایت کو طلاق بتہ کے الفاظ کے ساتھ چھ مختلف سندوں کے ساتھ بیان کیا ہے الفاظ میں کچھ فرق ہے لیکن مفہوم چونکہ ایک ہی ہے لہٰذا صرف ایک ہی روایت نقل کرنے پر اکتفا کرتا ہوں روایت کے الفاظ ہیں۔ان رکانۃ بن عبد یزید طلق امراتہ سھمیۃ البتہ ثم اتی رسول اللہ ﷺ فقال یا رسول اللہ انی طلقت امرتی سھیمۃ البتۃ واللہ ماأردت الاواحدۃ فقال رسول اللہ ﷺ لرکانۃ واللہ ماأردت الاواحدۃ؟فقال رکانۃ واللہ ماأردت الاواحدۃ فردھا رسول اللہ ﷺ فطلقھا الثانیۃ فی زمان عمر والثالثۃ فی زمان عثمان رضی اللہ عنھما (دارقطنی جلد۴ صفحہ ۳۳)

☆ اہلحدیث حضرات کے نامور محدث مولوی شمس الحق عظیم آبادی نے بھی یہ روایت نقل کی ہے اور حضرت رکانہ کی طلاق کو طلاق بتہ ہی لکھا ہے لکھتے ہیں ان رکانۃ انما طلق امراتہ البتۃ فجعلھا النبی ﷺ واحدۃ .وقال الحافظ ابن حجر فی الفتح ان اباداؤد رجح ان رکانۃ انما طلق امراۃ البتۃ کما اخرجہ ھومن طریق آل بیت رکانۃ (التعلیق المغنی جلد۴ صفحہ ۵۷) یعنی جس طلاق کو حضور نے ایک فرما کر رجوع کرا دیا تھا وہ طلاق بتہ تھی نیز شارح بخاری علامہ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری شرح بخاری میں لکھا ہے کہ امام ابوداؤد نے حضرت رکانہ کی طلاق بتہ ہی کو ترجیح دی ہے جیسا کہ انہوں نے ابوداؤد شریف میں حضرت رکانہ کے گھر والوں کے حوالہ سے روایت نقل فرمائی ہے۔

☆ نیز محدث اہلحدیث حضرت رکانہ کی روایت پر بحث فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔ فھذا فیہ اضطراب کماتری (التعلیق المغنی جلد۴ صفحہ ۵۸) یعنی یہ روایت ہی مضطرب ہے تو جب محدث اہلحدیث کے نزدیک یہ روایت ہی مضطرب ہے تو پھر "اذاتعارضا تساقطا" کے قانون کے مطابق اس روایت سے استدلال ہی نہیں کیا جا سکتا کیونکہ مضطرب روایت دلیل نہیں بن سکتی اور اگر اس روایت سے ضرور ہی استدلال کرنا ہو تو پھر ان الفاظ سے استدلال کیا جائے گا جن کی تائید صحاح ستہ کی حدیث سے ہوتی ہے یعنی حضرت رکانہ نے طلاق بتہ دی تھی اور حضور کے استفسار پر آپ نے حلفاً ایک طلاق کا ارادہ ظاہر کیا تھا اور حضور ﷺ نے ان کی قسم پر اعتبار فرماتے ہوئے ایک ہی طلاق نافذ فرما کر انکو رجوع کا حکم فرما دیا تھا۔

☆ امام ابومحمد عبداللہ بن عبدالرحمان الحافظ دارمی نے بھی ان الفاظ کے ساتھ باب باندھا ہے "فی طلاق البتۃ" یعنی طلاق بتہ کے بیان میں اور اس باب کے تحت یہی حضرت رکانہ والی روایت ہی بیان فرمائی ہے روایت کے الفاظ ہیں۔انہ طلق امراتہ البتۃ فاتی النبی ﷺ فذکر ذالک لہ فقال ماأردت فقال واحدۃ قال آللہ قال آللہ قال ھو مانویت (دارمی صفحہ ۲۹۴)

☆ حافظ ابوعبداللہ محمد بن بکر ابن قیم جوزی بھی حضرت رکانہ کی یہی روایت ابوداؤد اور ترمذی کے حوالے سے نقل فرمانے کے بعد لکھتے ہیں وجہ الاستدلال بالحدیث انہ ﷺ احلفہ انہ اراد بالبتۃ واحدۃ فدل علی انہ لواراد بھا اکثر لوقع ما ارادہ ولو لم یفترق الحال لم یحلفہ قالو اوھذا صح من حدیث ابن جریج عن بعض نبی رافع عن عکرمۃ عن ابن عباس انہ

طلقها ثلاثا .قال ابو داؤد لانهم ولد الرجل واهله اعلم به ان رکانة انما طلقها البتة (زادالمعاد جلد۴ صفحہ ۵۶)یعنی اس حدیث سے (طلاق بتہ کے تین طلاق نہ ہونے پر) اس طرح استدلال کیا جا سکتا ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت رکانہ کو قسم دی کہ کیا واقعی اس نے طلاق بتہ سے ایک طلاق کا ارادہ کیا تھا اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اگر وہ زیادہ طلاقوں کا ارادہ فرماتے تو جتنی طلاقوں کا وہ ارادہ کرتے اتنی طلاقیں ہی واقع ہو جاتیں (ثابت ہوا یکبارگی بھی زیادہ طلاقیں واقع ہو سکتی ہیں) اور اگر نیت کی تبدیلی پر حکم طلاق تبدیل نہ ہوتا تو آپ کبھی بھی حضرت رکانہ کو قسم نہ دیتے (محدثین کرام) فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ابن جریج کی اس روایت سے زیادہ صحیح ہے جس میں کہا گیا ہے کہ حضرت رکانہ نے تین طلاقیں دی تھیں محدث ابوداؤد فرماتے ہیں کسی شخص کے حالات کو ایک عام آدمی کے مقابے میں اس کے گھر والے زیادہ بہتر جانتے ہوتے ہیں (اور حضرت رکانہ کے گھر والے کہتے ہیں کہ انہوں نے تین طلاقیں نہیں دی تھیں بلکہ) انہوں نے طلاق بتہ دی تھی (جس میں نیت کے مطابق فیصلہ کیا جاتا ہے چنانچہ حضور ﷺ نے ایسا ہی کیا)

☆ شارح بخاری حافظ ابوالفضل شہاب الدین احمد بن علی بن محمد بن حجر عسقلانی بیان فرماتے ہیں وروی عن علی وزید بن ثابت وابن عمر اولحکم وابن ابی لیلی فی الحرام ثلاث تطلیقات ولایسل عن نیته (فتح الباری جلد۹ صفحہ ۳۰۵)

یعنی جناب علی المرتضیٰ ، حضرت زید بن ثابت ، حضرت عبداللہ بن عمر ، حضرت حکم اور جناب ابن ابی لیلی رضی اللہ عنہم سے روایت کیا گیا ہے کہ تین طلاقیں دینے پر حرمت ثابت ہو جاتی ہے اور پھر طلاق دینے والے سے اس کی نیت اور ارادہ نہیں پوچھا جائیگا اس سے بھی ثابت ہوا کہ حضرت رکانہ نے تین طلاقیں نہیں دی تھیں کیونکہ تین طلاقیں دینے والے سے تو یہ پوچھا ہی نہیں جاتا کہ تین طلاقیں دینے سے تیری مراد کیا تھی ؟ جناب رسول کریم ﷺ کا حضرت رکانہ سے قسم دیکر پوچھنا کہ طلاق دینے سے کیا ارادہ تھا اس بات کا پختہ ثبوت ہے کہ حضرت رکانہ نے تین طلاق نہیں دی تھیں ۔ فافہم

☆ نیز حافظ ابن قیم جوزی اس روایت کا تذکرہ کرتے ہوئے جس میں حضرت رکانہ کی طلاق کو طلاق ثلاثہ بتایا گیا ہے فرماتے ہیں ۔ واما طریق الامام احمد فیهما ابن اسحاق والکلام فیه معروف وقد حکی الخطابی ان الامام احمد کان یضعف طریق هذاالحدیث کلها (زادالمعاد جلد۴ صفحہ ۵۶) یعنی جو روایت امام احمد کے حوالے سے بیان کی جاتی ہے (یعنی حضرت رکانہ نے تین طلاقیں دی تھیں) اس روایت کا ایک راوی ابن اسحاق ہے اور وہ مشہور مجروح راوی ہے نیز امام خطابی فرماتے ہیں کہ امام احمد اس روایت کے تمام طریقوں کو ضعیف قرار دیتے تھے۔

☆ حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی امام ابوداؤد کا حضرت رکانہ کی طلاق کو طلاق بتہ قرار دینا اور اسی کا راجح ہونا بیان فرمایا ہے لکھتے ہیں ۔ ان ابا داؤد رجح ان رکانة انما طلق امراته البتة کما اخرجه هو من طریق آل بیت رکانة (فتح الباری جلد۹ صفحہ ۲۹۷) یعنی امام ابوداؤد نے حضرت رکانہ کی طلاق کے طلاق بتہ ہونے کو ہی ترجیح دی ہے جیسا کہ انہوں نے حضرت رکانہ کے گھر والوں کے حوالہ سے روایت بیان فرمائی ہے

☆ محدث ولی الدین ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الخطیب عمر التبریزی نے بھی حضرت رکانہ والی یہی روایت نقل فرمائی ہے روایت کے الفاظ ہیں ۔عن رکانة بن عبدیزید انه طلق امراته السهیمة البتة فاخبر بذالک النبی ﷺ وقال والله ماردت الاواحدة فقال رسول الله ﷺ والله ماردت الاواحدة فقال رکانة والله ماردت الاواحدة فردها الیه رسول الله ﷺ فطلقها الثانیة فی زمان عمر والثالثة فی زمان عثمان (مشکوٰۃ صفحہ ۲۷۶) فافهموا واعتبروا یا اولوا الالباب والابصار. وما علی الا البلاغ المبین

ہمارا معاشرہ "رستا ہوا ناسور" کیوں بنتا جا رہا ہے؟

حضرت صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گذشتہ چند سالوں سے صاف طور پر دکھائی دے رہا ہے کہ ہمارا معاشرہ مجموعی طور پر "ذہنی بغاوت" کی راہ پر گامزن ہے، افراد معاشرہ اس راہ پر لگے ہوئے تہذیبی، دینی، قومی، سیاسی، اخلاقی اور معاشرتی سنگ میل بڑی بے دردی سے روندتے ہوئے برابر آگے بڑھ رہے ہیں، اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ چند ہی سال بعد ایک انتہائی گہری اور اندھی کھائی سامنے آئے گی اور پورا معاشرہ اس میں گر کر خودکشی کر لے گا، بڑے سے بڑے مذہبی وسیاسی لیڈر سے لے کر ایک عام کارکن تک اور کسی ارب پتی سے لے کر نان شبینہ کے محتاج تک کی نفسیات میں انارکی، تشدد، عدم برداشت، ہوس اور نفس پرستی کے اجزاء "غالب عنصر" کا درجہ حاصل کر چکے ہیں "ذہنی بغاوت" بذات خود کوئی بری چیز نہیں بشرطیکہ اس کا حوالہ اور ہدف طے ہو، حوالہ اور ہدف کے بغیر یہ رجحان نرم سے نرم الفاظ میں خودکشی اور "گھر پھونک تماشا دیکھ" کا دوسرا نام ہے۔ حوالہ اور ہدف سامنے ہو یعنی پس منظر اور پیش منظر واضح ہو تو یہی ذہنی بغاوت ابراہیم علیہ السلام کو نمرودی معاشرے سے برسرپیکار کر دیتی ہے اور یوں "ملت حنیف" سے دنیا روشناس ہوتی ہے۔

اسی ذہنی بغاوت کے سبب موسیٰ کلیم اللہ فرعون کو اس کے لاؤ لشکر سمیت غرق دریا کر دیتے ہیں، اور یہی ذہنی بغاوت عالم انسانی کو جمود کے مقابلے میں اجتہاد، غلامی کے مقابلے میں آزادی، تمیز بندہ و آقا کے عہد میں مساوات انسانی، جبر و ستم کے زمانے میں آداب خود آگاہی اور جہالت و پسماندگی کے مدمقابل سائنسی ترقی سے مالا مال کرتی ہے، لیکن ہمارے ہاں بدقسمتی سے کچھ ایسی دوڑ لگ گئی ہے کہ نہ باگ پر ہاتھ رہ گیا ہے اور نہ رکاب میں پاؤں، کوئی اس منہ زور گھوڑے کو تھامے تو کیسے؟ وہ دیہات جنہیں روایات کا امین سمجھا جاتا رہا ہے اب جہنم کا نقشہ پیش کر رہے ہیں قتل، خونریزی، عصمت دری، رسہ گیری، جہالت، انتقام، کینہ پروری، ایسے افعال قبیح دیہی تمدن کا تعارف بن گئے ہیں، رہے شہر جو تعلیم، تہذیب، شائستگی اور ترقی کا گہوارہ جانے جاتے تھے اب ان کے دامن میں اخلاق باختگی اور شہدہ پن، کے جراثیم پرورش پا رہے ہیں، جوانی کے لبادے میں درندگی پل رہی ہے، خوف اور دہشت کا بھوت گھروں اور بازاروں کے منڈیر پر برابر محو رقص ہے، راتوں کو روشن ہونے والے چراغ اب دن کو جلانے کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے کیوں کہ آدمی کو آدمی بھائی نہیں رہا، اور انسانوں کے انبوہ میں آدمی تنہا ہو کر رہ گیا ہے، اگر درندوں کا غول انسانی بستی پر حملہ کر دے تو تشویش سب کو ہوتی ہے مگر تعجب کسی کو بھی نہیں کہ عین ممکن اور متوقع ہوتا ہے مگر جب انسان انسانوں کی بستی پر جبڑے تیز کر کے چڑھ دوڑیں تو یہ ہر امکان اور توقع کے برعکس ہوتا ہے جب یہ انہونی "ہونی" بنتی نظر آئے تو قیامت برپا ہونے میں کتنی دیر باقی رہ جاتی ہے؟ کچھ یہی نقشہ ہمارے معاشرے کا ترتیب پا رہا ہے اس نقشے میں بھرے جانے والے رنگ سے کوئی کھال مست خوف محسوس نہ کرے تو اس کی مرضی ورنہ ہر وہ شخص جس کے ہاں تصور عصمت ہے، جس کے گھر کا تقدس ہے، جس میں ابھی جوہر آدمیت ہے، جس کو اپنے آشیانے سے پیار ہے، جو زندگی کو بے گار نہیں مقدس امانت سمجھتا ہے، جس کی آنکھوں پر چربی نہیں چڑھی، جس کے دل پر غلاف نہیں پڑا، جس کے کانوں میں کاگ نہیں اور جس کی ہر سانس پر ہوس غالب نہیں آ گئی، وہ یہ سب کچھ لٹتا اور خاک میں ملتا دیکھ کر آٹھ آٹھ آنسو بہاتا ہے، وہ سمجھتا ہے کہ جہان سنگ و خشت سے آباد نہیں ہوتے بلکہ احساسات و جذبات کی گرمی ہی نبض جہاں کو رواں رکھتی ہے اگر یہ احساس و جذبہ ہی سڑ کر کوئلہ اور بے رمق ہو کر پتھر بن جائے تو شہر اور بن میں کچھ فرق نہیں رہ جاتا دونوں جگہ ایک ہی مخلوق کا راج ہوتا ہے جسے ہم سب درندے کہتے ہیں۔

جس معاشرے کی مسجد اور بازار میں ایک ہی زبان استعمال ہوتی ہو یعنی گالی کی زبان، جس کی منڈی میں ملنے والی ہر چیز ملاوٹ زدہ ہو حتیٰ کہ جان بچانے والی دوائیاں بھی! جس سوسائٹی میں قانون کا نا ہو ایک طرف سے آنکھ بند رکھتا ہو جہاں عدل کی ترازو زور اور زر سے جھکائی جاتی ہو، جس جگہ باڑھ، کھیت چرنے کا شغل فرماتی ہو، جو دور اپنے دامن سے شریفوں کو جھٹکا دے کر باہر پھینک دیتا اور رذیلوں کو کنگرو کے بچے کی طرح اپنے سینے میں سموئے رکھتا ہو، جس عہد میں انسان کے خون اور نالی کے پانی میں تمیز نہ رہ گئی ہو، شہر و دیہات میں نوک زبان نوک شمشیر بن گئی ہو، جہاں ہر نظر دوسرے کے لئے تیر کی انی ہو کر رہ گئی ہو، آنکھیں شعلہ بار اور ہاتھ دست قضا بن گئے ہوں تکلف برطرف ایسے معاشرے کو رستا ہوا ناسور کہنے میں کیا حرج ہے؟ کچھ منطقی مغالطے شاید ہمارا ساتھ نہ دیں لیکن ''چشم دید'' مشاہدے اس صورتحال کا انکار نہیں کر رہے، جس طرح حادثہ دفعتاً رونما نہیں ہوتا اسی طرح قوم و ملک کبھی چشم زدن میں زوال آشنا نہیں ہوتے کچھ علامات ظاہر ہوتی ہیں اور کچھ اسباب سامنے آتے ہیں علامات نوٹ کر لی جائیں تو علاج شروع ہو سکتا ہے اسباب دور کر دیئے جائیں تو مرض رفع ہو سکتا ہے، ہر مرض ''مرض مزمن'' بننے سے پہلے یقیناً قابل علاج ہوتا ہے، بعد ازاں ''مرض مزمن'' مرض نہیں رہتا فطرت ثانیہ بن جاتی ہے اور اس کا کیا علاج ہمارا ہنستا بستا ملک یکا یک آسیب زدہ کیوں ہو گیا؟ روشنیوں کی بستی کراچی پر خون آشامی کی پان کیوں چڑھ گئی؟ وادی مہران (سندھ) خطہ قہرمن کیوں بن گئی؟ رشتے راستے کی دیوار کیوں بننے لگے۔ اصول امر فضول کیوں بن گیا؟ روایات ہماری نظر میں واہیات کیوں ٹھہر گئیں؟ ہر اچھی قدر در بدر کیوں ہو گئی؟ کشادہ نظری کی جگہ کشیدگی نے کیوں لے لی؟ اہل مذہب غیر مہذب درس کیوں دینے لگے؟ سیاست کار فریب کار کیوں ہوئے؟ درس گاہیں قتل گاہیں کیسے بن گئیں؟ علم پر قلم کیوں غالب آ گئی؟ قلم کی جگہ ہاتھ میں بیٹ اور بندوق کیوں آ گئے؟

یہ پاکستان کبھی ایسا تو نہ تھا، حضرت انسان کبھی ایسا تو نہ تھا، کچھ اسباب و عوامل ہیں جو میری سمجھ کے مطابق اس بیماری کی جڑ ہیں اب بھی ہم پیچھے پلٹ سکتے ہیں، شاید کھویا ہوا سکون دوبارہ مل جائے اب جس کو بڑے بوڑھے تو کیا بچے تک ترس گئے ہیں آخر کب تک ماں باپ بچے کے سکول سے گھر واپس آنے تک دروازے پر انتظار کرتے رہیں گے اور کب تک بچے کلاس روم سے ماں باپ کی گود تک کا درمیانی عرصہ خوف و دہشت کا شکار بنے رہیں گے؟ اہل نظر کچھ تو سوچنا چاہیئے! ہمارے تجزیے کے مطابق اس معاشرتی بگاڑ کے چند اسباب یہ ہیں جنہیں ہم ذیل میں درج کر رہے ہیں، دوسرے اصحاب کسی اور پہلو سے اس کا تجزیہ کرتے ہوں گے، بیماری کی تشخیص ہو جائے تو علاج کے مختلف طریقے ہو سکتے ہیں اللہ کرے کسی طریقے سے اس روگ سے میری اور اہل وطن کی جان چھوٹے!

معاشرتی بگاڑ کے اسباب و عوامل: بے مقصدیت:- انسانی تاریخ میں سب سے زیادہ مکروہ اور ذلیل لفظ غلامی ہے کیونکہ غلامی کا مطلب جوہر آدمیت سے محرومی اور شرف انسانی کا فقدان ہے لیکن اہل نظر بے مقصدیت اور بے یقینی کو غلامی سے بھی زیادہ مہلک اور نقصان دہ قرار دیتے ہیں اور شومئی قسمت کہ ملی بے مقصدیت ہمارا اشعار ہو کر رہ گئی ہے، مقصد خواہ امامت دنیا ہو یا فلاح اخروی، پیش نظر کچھ تو ہونا چاہیئے جس طرح پودے کے لئے گوڈی، کھاد اور پانی ضروری ہوتے ہیں اسی طرح صلاحیت کے اظہار کے لئے کسی مقصد اور ہدف کا ہونا ضروری ہے ورنہ پودا بھی سوکھ جاتا ہے اور صلاحیت بھی مر جاتی ہے، اس لئے ہر دور میں افراد اور اقوام اپنے لئے ایک مقصد متعین کرتے ہیں خواہ وہ جہانبانی ہو، اپنی قومیت کی حفاظت ہو، سائنسی ترقی ہو، مادی برتری ہو، علمی فضیلت ہو، جنگی صلاحیت ہو، ایٹمی طاقت ہو، سیاسی تغلب ہو کچھ ہو لیکن یہ سبھی چیزیں مہمیز کا کام دیتی ہیں، ہر بڑا چھوٹا اپنے اوپر ایک دھن سوار کر لیتا ہے، اور سوتے جاگتے ایک ہی خواب دیکھتا ہے، اپنی زندگی میں مقصد پالیں تو فہو المراد ورنہ آئندہ نسلوں کے لئے ایک ورثہ، ایک سوچ، ایک ولولہ، ایک آرزو اور ایک جستجو چھوڑ جاتے ہیں، اور ایسی قومیں یا افراد ہر عہد کی بدلتی کروٹ میں اپنے وجود، اپنی ہستی اپنی شناخت اور اپنی موجودگی کا احساس دلاتے رہتے ہیں۔ مگر ہم بحیثیت مجموعی ۷۰ء کے بعد بے مقصدیت کا شکار بن کر رہ گئے ہیں اس سے پہلے بھی مقصد ہم پر چنداں غالب اور حاوی نہ تھا لیکن بے مقصدیت کی لہر اتنی تیز نہ تھی جتنی اب ہے بلکہ اب یہ لہر ایک سیلاب کی صورت اختیار کر گئی ہے جس میں ہر کہ مہ و تنکوں کی طرح بہے چلے جا رہا ہے،

ہمارے بڑے بوڑھوں کے ریشے تو پر بھی ماضی کے مہ وایام میں کسی حد تک پیوست ہیں مگر نسل نو اپنی کھونٹی سے رسے تڑوا کر بھاگ نکل کھڑی ہوئی ہے ایک دھما چوکڑی ہے جس کے شور سے ہر شریف انسان اپنے کانوں میں انگلی ٹھونسنے پر مجبور ہے۔

ہم اپنے اندر نہ یہ تڑپ رکھتے ہیں کہ ہمارا ملک خوشحال ہو، قرضوں سے نجات پائے، سیاسی استحکام حاصل کرے، خود کفیل ہو، ایٹمی طاقت بنے، علاقے کے فوجی اور سیاسی توازن میں اپنا کردار ادا کرے، اقتصادی غلامی سے چھٹکارا پائے، اور نہ یہ آرزو ہے کہ ہماری انفرادی زندگی دیانت، امانت، شرافت، عدالت، مروت، ایسے جواہر سے تابدار ہو، نہ یہ ولولہ ہے کہ ہم اپنے ملک اور اپنی ذات کو دنیا بھر کے لئے قابل رشک بنائیں اور نہ یہ سوچ ہے کہ چار دن کی چاندنی کے بعد گھپ اندھیرا آنے والا ہے اور سوائے خدا کی ذات کے کوئی مونس وغمخوار نہیں ہوگا کچھ اس دن کی تیاری کرلیں کہ جب وہ طلوع ہوگا تو تیاری کی مہلت ختم ہو چکی ہوگی۔ ہمارے سارے شوق اور جذبے وقف ہیں ہڑتالیں کرنے، جلوس نکالنے، بسوں اور ویگنوں اور کاروں کے شیشے توڑنے کے لئے، ساری تدبیریں ہوتی ہیں ملاوٹ کے مختلف طریقے ایجاد کرنے، امتحانات میں نقل کرنے، جعلی پاسپورٹوں کے ذریعے بیرون ملک جانے، غبن اور پلاٹوں پر قبضے کرنے ئیے! اسی بے مقصدیت کا ایک اور مظہر یہ ہے کہ نسل نو اپنے آئیڈیلز بدل رہی بلکہ بدل چکی ہے اب اس کے لئے طارق بن زیاد، محمد بن قاسم، صلاح الدین ایوبی، سراج الدولہ، سلطان ٹیپو، ڈاکٹر عبدالقدیر خان، عبدالستار ایدھی، کوئی معنی نہیں رکھتے، اب ہر نوجوان کرکٹر، ایکٹر، گلوکار اور مہم جو بننے کی دھن میں مبتلا ہے، ہر کوچہ و بازار کرکٹ گراؤنڈ اور گھر کے کمرے فلم سٹوڈیو کا نقشہ پیش کررہے ہیں، ہم یہ ہرگز نہیں کہتے کہ کوئی کرکٹر نہ ہو، اداکار نہ بنے، گلوکار پیدا ہی نہ ہوں مگر اس کا قطعاً یہ مطلب نہیں کہ پوری قوم کرکٹر بن جائے ہر ایک اداکار ہو، سب کے سب گلوکار قرار پائیں ہر چیز اپنے صحیح تناسب کے ساتھ اچھی لگتی ہے، یہ مشغلے شائد بہت ضروری ہوں مگر تعلیم، تربیت، ادب، سائنسی ترقی، اعلیٰ اقدار اور روح اسلامی اور شرف انسانی کا قطعاً متبادل نہیں بن سکتے، جو قوم بیٹ بلے اور فیشن کی جنگ جیتنے پر تل جائے اس سے بڑھ کر بے مقصدیت اور کیا ہوگی؟ یہی وجہ ہے کہ آج ملک میں اشیائے ضرورت کی دکانیں، اخباروں کے سٹال اور کتابوں کے شوروم بہت کم لیکن ہر کارنر پر بیوٹی سپاٹ، سلمنگ سنٹر، بیوٹی پارلر، بوتیک اور میوزک شاپس ضرور موجود ہوں گے، یہ روز افزوں رجحان کم سے کم ہمارے ذہنی افلاس کی چغلی ضرور کھارہا ہے کہ ہم کہاں سے چلے تھے اور رفتہ رفتہ کہاں تک آپہنچے ہیں، اگر یہ سب کچھ محض تفریح طبع کے لئے ہو تو چنداں قابل اعتراض نہیں یہ شوق ہمارا روگ اور خبط بنتا جارہا ہے اور یہ تو طے ہے کہ روگی اور خبطی لوگ معاشرے میں مثبت رویوں کو فروغ نہیں دیتے، یہ جنون بسا اوقات منفی ردعمل کا اظہار کرتا ہے اور اس کے کرشمے اور مظاہر آئے دن جرائم اور تشدد کی شکل میں دیکھنے کو ملتے رہتے ہیں۔

مذہب سے بیگانگی اور بیزاری: یہ کہنے کی جسارت کروں تو مجھے قابل معافی سمجھا جائے کہ آج بغیر کسی دلیل، بنیاد اور جواز کے مذہب سے بیزاری ایک فیشن سا بن گیا ہے مذہب چونکہ انسان کو بعض حدود کا پابند، سنجیدہ اور عادات واطوار میں ایقان و پختگی کا عادی بناتا ہے اور ہم ٹھہرے ہر حد وقید کو توڑنے والے، کھلنڈرے، منفی رویوں کے رسیا اور یقین واستحکام سے خار کھانے والے اس لئے سرے سے مذہب سے برگشتگی ہی کو اپنا طرۂ امتیاز اور فیشن بنالیا ہے کہ نہ رہے بانس اور نہ بجے بنسری، صرف ایک لمحے کے لئے یہ مان بھی لیا جائے کہ مذہب ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے تو یہ فقرہ کہنے کی اجازت اہل یورپ کو تو دی جاسکتی ہے جنہوں نے مذہب سے الگ ہو کر دنیا میں معیشت اور سائنس کے اعتبار سے ترقی کی ہے (اگرچہ ترقی کا یہ مفہوم میری نظر میں محل غور وفکر ہے) ظاہری چمک دمک کے عوض یورپ نے جو اپنے باطن کو تاریک سرنگ بنادیا ہے، جہاں وہ اب خود کو بھی نہ ڈھونڈھ سکتا ہے اور نہ پہچان سکتا ہے تو یہ کوئی ترقی نہیں تاہم برائے بحث یہ تسلیم کرلیتے ہیں لیکن ہم یہ جملہ کس منہ سے ادا کرتے ہیں کہ مذہب چھوڑ کر ہمیں بجز آوارگی، انارکی، تشدد، اخلاقی و معاشرتی کرپشن، اصول و اقدار کی پامالی، فرسٹریشن، اور نفس پرستی کے کیا نصیب ہوا ہے؟

اصل میں ہم سے ایک غلطی یہ ہوئی کہ ہم نے مذہب کو بعض اداروں اور افراد کے ذریعے سے جانچا اور پرکھا اور ہم ٹھوکر کھا گئے، ان

اداروں یا افراد کی بعض کوتاہیاں ہمارے لئے نیچے اترنے کی سیڑھی بن گئی، اور پھر ہم نیچے اترتے ہی چلے آئے اور پاتال میں جا گرے اگر مذہب کو ہم اللہ و رسول اور عرفان ذات اور شعور خودی کے حوالے سے دیکھتے تو مذہب ہماری خارجی نہیں بلکہ اندرونی ضرورت محسوس ہوتا اور ہم اس سے گریز کا راستہ نہ نکالتے، ہم بدقسمتی سے سمجھ بیٹھے کہ سوسائٹی اور مذہب، ذات اور اجتماع، فرد اور ملت، جسم اور روح، دماغ اور دل، تصور اور عمل یہ سب مختلف چیزیں ہیں حالانکہ ان ہر دو کا آپس میں پھول اور خوشبو، سورج اور کرن، پانی اور نمی اور ناخن اور گوشت کا تعلق ہے جو کسی صورت میں ایک دوسرے سے نہ مختلف ہیں اور نہ جدا ہو سکتے ہیں، اور کسی مصنوعی عمل کے ذریعے انہیں الگ کر دیا جائے تو ایک نہ ایک چیز کی نفی ہو جائے گی، یعنی پھول ہو اور خوشبو نہ ہو تو پھول بے معنی رہ جاتا ہے، کرن کا سورج کے بغیر کیا تصور ہے؟ پانی ہے تو نمی ہوگی اور ناخن کو گوشت سے جدا کر دیا جائے تو کتنی تکلیف ہوگی، غرضیکہ مذہب (دین) ذات اور اجتماع، فرد اور ملت، جسم اور روح، دماغ اور دل اور تصور اور عمل کے درمیان واسطہ اور رابطہ ہے۔ جس طرح حیات طبعی ہر رگ و ریشے میں پانی موجود ہے اسی طرح حیات معنوی میں مذہب کار فرما ہے، اس کو درمیان سے نکال دیا جائے تو یا ذات کی نفی ہوگی یا اجتماع کو چھوڑنا پڑے گا، یا فرد مجروح ہوگا یا پھر ملت برباد ہوگی ایک نہ ایک چیز سے ہاتھ دھونا پڑے گا، یورپ نے ایک چیز کو شعوری طور پر چھوڑا مگر ایک اس کے ہاں رہ گئی مگر ہماری مذہب سے بیگانگی یا برگشتگی چونکہ کسی دلیل کے بغیر محض چالو فیشن پر مبنی ہے اس لئے ہمیں دوہری مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے نہ ذات کا تشخص باقی رہا اور نہ اجتماع کا وقار بچ سکا ہے، نہ ہم اپنا ظاہر سنوار سکے ہیں اور نہ باطن صیقل ہو سکا ہے۔

کوئی آدمی فقط شوق بحث پورا کرنا چاہے تو اس کی مرضی ورنہ مذہب انسان کو مہذب بنا دیتا ہے، خدا سے تعلق انسان کو ایک دوسرے سے بے تعلق نہیں ہونے دیتا جو وائے نصیب ہم ایک دوسرے سے ہوتے جا رہے ہیں، رسول خدا سے محبت آدمی کو آداب انسانیت سکھا دیتی ہے، احکام الٰہی کی بجا آوری افراد کو منضبط اور مربوط شخصیت کا حامل بنا دیتی ہے، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ محض مراسم نہیں زندگی کے سفر کے تربیتی مراحل ہیں بندہ اگر انہیں مکمل شعور و آگہی کے ساتھ ادا کرے تو اندر سے ایک شاندار اور محبوب انسان جنم لیتا ہے۔ آخرت کی جوابدہی کا احساس لوگوں کو شتر بے مہار نہیں بننے دیتا اور تکلف برطرف ہم "بے مہارے شتر" نہیں بن گئے کہ جو جس طرف چاہے منہ اٹھا کر چل دیتا ہے راستے میں کوئی قدر، کوئی حد، کوئی قانون، کوئی معیار، کوئی اصول آ جائے تو لتاڑ کر آگے بڑھ جاتا ہے۔

مذہب کا تاثر فرد اور معاشرے کے اندر جتنا گہرا ہوگا نا امیدی اور مایوسی کا وہاں گزر نہیں ہوگا فرسٹریشن ایسے امراض کا تعلق انسان کی عجلت پسندی سے ہوتا ہے کہ اگر اتنے وقت کے اندر خواہش کے مطابق یہ کچھ نہیں ہوتا تو آدمی زندگی سے اکتا جاتا ہے جبکہ مذہب انسان کو آخرت کا تصور دے کر سفر حیات کو مسلسل اور وسیع بنا دیتا ہے جس کے نتیجے میں آدمی بچگانہ روش کے بجائے ذمہ دارانہ انداز اپناتا ہے کیوں کہ وہ سمجھ جاتا ہے کہ ع ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں

یہی وہ مایوسی اور فرسٹریشن ہے جو آدمی کو اپنی زندگی سے بیزار کر دیتی اور اس کی نظر میں زندگی اپنی معنویت اور کشش کھو دیتی ہے، جس کے نتیجے میں انسان خود کو اپنے لئے اور دنیا کے لئے بوجھ سمجھنا شروع کر دیتا ہے اور بالآخر یا تو آدمی خودکشی کر لیتا ہے یا پھر خودکشی سے پہلے وہ مردم کشی پر تل جاتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ جب میرے لئے اس دنیا میں کوئی مصرف، کوئی خوشی اور کوئی جاذبیت نہیں تو دوسرے بھرپور اور پرلطف زندگی کیوں بسر کریں؟ اس طرح سے ایک جنون، ایک انتقام، اور ایک خون آشام رویہ پیدا ہو جاتا ہے۔

مذہب آدمی کے سامنے کائنات کا بامعنی تصور، زندگی کا حسین تجربہ، شخصیت کا پیداواری پہلو اور آخرت کا ایک خوبصورت عقیدہ پیش کرتا ہے۔ جس سے ذہن میں پرورش پانے والے مفسد جراثیم، سوچ کے منفی زاویے، مردم بیزاری کا انتقامی جذبہ اور نفس پرستی و خود غرضی کا مکروہ مواد خود بخود تحلیل ہو کر آدمی صحیح معنوں میں آدم زاد اور انسان حقیقی طور پر انسانیت نواز بن جاتا ہے۔

اگر بہ تعمق نظر دیکھا جائے تو مذہب سے گریز اور بیزاری ہمارے معاشرے کے بگاڑ کا ایک قوی اور اہم عامل ہے۔

نفاذ قانون میں طبقاتی امتیاز: ہمارا معاشرہ تشدد اور انتقام کے جس خونی چکر میں تیزی سے پھنستا چلا جا رہا ہے اس کا ایک سبب نفاذ قانون میں طبقاتی امتیاز کا رویہ ہے، ہمارے ہاں قانون جیسا بھی ہے بہرکیف اس کا مقصد جرائم کا خاتمہ اور انارکی کا قلع قمع ہے مگر بدقسمتی سے قانون اپنے جملہ الفاظ و تراکیب کی خوبصورتی کے باوصف وہ کچھ نہیں کر پا رہا جو اس کی تدوین اور تنفیذ کا مقصد واقعی ہے اسکی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہماری سوسائٹی میں دو طبقات ہیں ایک وہ جو قانون کی چکی میں پستا اور دوسرا جو خود قانون کو پیستا ہے، جہاں ایسی دو عملی ہوگی وہاں سب سے زیادہ مظلوم اور قابل رحم خود قانون ہوگا، وہ قانون ہی کیا جو کسی کا چہرہ، کسی کا شجرۂ نسب، کسی کا اشارہ ابرو، کسی کا سیاسی منصب، کسی کا جاہ و جلال اور کسی کی ذات برادری دیکھے، قانون تو ایسی بالاتر میزان ہوتی ہے جہاں سب کی بالاتری اور کمتری ایک باٹ تلتی ہے معزز صرف وہی ہوتا ہے جسے قانون بے گناہ قرار دے دے اس کائنات انسانی میں کون مائی کا لال ہے خواہ وہ دارا و سکندر ہو، یا تیمور و چنگیز، لودھی ہو یا غزنوی، بلبن ہو یا خلجی، جاٹ کہلاتا ہو یا گجر، صدر ہو یا گورنر، چوہدری صاحب ہو یا پیر صاحب جو خود کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے زیادہ معتبر سمجھتا ہو یا دنیا کا کوئی فرد اسے معزز گردانتا ہو، اس آسمان نیلگوں کے نیچے اور دھرتی کے سینے پر ایسا کوئی بھی نہیں نہ بزعم خویش اور نہ بہ گمان دیگر، لیکن پیغمبر خدا اپنی اس تمام تر جلالت، عظمت، عصمت، تمکنت، اور تقدس کے باوجود سب سے بڑھ کر قانون کی پابندی کرنے والے اور اپنے اوپر قانون کو نافذ کرنے والے تھے اور انہوں نے دنیا بھر کو یہ انقلابی اور عبرت آموز درس دیا کہ ''تم سے پہلے قومیں اس لئے تباہ ہوئیں کہ جب ان کا چھوٹا کوئی جرم کرتا تھا تو وہ قانون کے مطابق سزا کا مستحق ٹھہرتا مگر ان کا بڑا قانون کے دائرے سے آزاد سمجھا جاتا تھا'' ہمارا معاشرہ اسی رسول کا کلمہ گو اور امتی ہے مگر رویہ طرز عمل یہ ہے کہ ہر شخص قانون کو لتاڑتا اور غچہ دینا فن اور عزت سمجھتا ہے جبکہ باشعور معاشرے میں طاقتور وہ ہوتا ہے جو قانون کا پابند ہو اور کمزور وہ جو قانون شکنی کرتا ہے کیوں کہ قانون شکن کے لئے معاشرے کے اجتماعی ضمیر میں کہیں بھی جائے پناہ نہیں ہوتی اور وہ خود کو تن تنہا اور بے یار و مددگار سمجھنے لگتا ہے۔

ہمارے یہاں الٹی گنگا بہہ رہی ہے صدر سے لے کر تحصیلدار تک یہ باور کر بیٹھے ہیں کہ اگر ہمیں قانون کی پابندی ہی کرنا تھی تو پھر صدر، وزیراعظم، وزیر، گورنر، سیکرٹری، کمشنر، تحصیلدار اور تھانیدار بننے کی کیا ضرورت تھی؟ قانون رعایا کے لئے ہوتا ہے حاکموں کے لئے قانون چہ معنی دارد؟ چنانچہ آئین تک میں اپنے لئے تحفظات پیدا کر لئے گئے، اور یہ امراپنے لئے انتہائی توہین آمیز فرض کر لیا گیا کہ ہم اور عدالت کے کٹہرے میں کھڑے ہوں؟ ہم اور ہمارے خلاف قانونی چارہ جوئی ہو؟ ہم اور ہمارے خلاف ایف آئی آر درج ہو؟ ہم اور ہمارے اعمال واحوال کی باز پرس ہو؟ نہیں ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا، ہمارے بڑوں کی یہ سوچ جرائم کی پرورش کے لئے گویا ایک نرسری ہے، جب کوئی غریب، کمزور اور عام آدمی اپنی آنکھوں سے افسروں کی بدمعاشیاں، ارباب زر و جاگیر کی عیاشیاں اور ان کی بدمست اولاد کی خرمستیاں دیکھتا ہے تو اگر وہ پتھر اور لوہے کا بنا ہوا نہیں تو یقیناً ان کرتوتوں سے متاثر بھی ہوتا ہے اور منفعل اور مشتعل بھی اور ویسا ہی قانون کی بے احترامی کا رجحان اس کے طرز عمل سے ظاہر ہوتا ہے تاہم جب قانون کے نفاذ کا مرحلہ آتا ہے تو بگڑے ہوئے افسر اور امیر زادے ہر گرفت سے آزاد اور ویسے کے ویسے معزز ہوتے ہیں اور غریب کا بیٹا ہتھکڑیوں سمیت عدالت کے کٹہرے میں قید بامشقت کی سزا سن رہا ہوتا ہے معمولی سپاہی اور پٹواری رنگے ہاتھوں ساٹھ روپے رشوت لیتا پکڑا جائے تو اس کی مائیں بہنیں اور بیٹیاں تک تھانے کی حوالات میں پہنچ جاتی ہیں اور افسران کرام، وزراء کرام اور ممبران کرام کروڑوں روپے ہضم کر جائیں، غریب دہقان کی عزت تار تار کر دیں، بستی کی بستیاں اجاڑ ڈالیں، بھرے بازار اور مصروف چوک میں کلاشنکوف سے دسیوں انسانوں کو بھون ڈالیں تو قانون بیچارہ دانتوں میں انگلی دبائے، شرم سے سر جھکائے، اور بے بسی سے منہ لٹکائے سراپا استفسار ہوتا ہے۔ ع بتا تیری رضا کیا ہے

ایسے ماحول میں کوئی فلاسفر، کوئی تجزیہ نگار اور کوئی واعظ اور ناصح بیروزگار نوجوانوں، چودھریوں کے ستم رسیدہ دہقانوں، افسروں کے زخم خوردہ سائلوں، حکمرانوں کے کرتوتوں سے بیزار ماتحتوں، زمینداروں سے اکتائے ہوئے کاشتکار کے بیٹوں سے یہ توقع رکھے کہ وہ شعور،

حلم، صبر اور بردباری کا مظاہرہ کریں تو ؏ ایں خیال است ومحال است وجنوں

جب حاکمان وقت اور ان کے لاڈلوں اور حواریوں کو خدا کی تمام نعمتیں ملنے کے باوجود شعور نہیں آتا، حلم ان کی فطرت میں نہیں، صبر کا لفظ انہوں نے پڑھا ہی نہ ہو، بردباری انہیں چھو کر نہ گئی ہو، اور دیانتداری سے بیگانہ محض ہوں تو تنگ گلیوں میں پلنے والے نان شبینہ کو ترسنے والے، ہر موڑ پر عزت نفس گنوانے والے، قدم قدم پر اپنی غیرت اور خودی کو نیلام ہوتا دیکھنے والے اور دربدر ٹھوکریں کھانے والے کیسے ان فلسفیانہ تصورات سے آگاہ ہو سکتے ہیں؟

نو دولتیا طبقہ: ہمارے معاشرتی بگاڑ میں نو دولتیا طبقے کا مزاج اور کردار بھی خاصا اہم ہے، جسے نظر انداز کر کے ہم شاید اس حساس مسئلے کا ہمہ جہتی تجزیہ نہ کر سکیں، یہ طبقہ بہت ہی قلیل مدت میں ابھرا ہے مگر اس نے پورے معاشرتی ڈھانچے کو تہ و بالا کر کے رکھ دیا ہے، اگرچہ پشتینی جاگیردار اور روائتی سیٹھ اور سرمایہ دار صدیوں سے ہمارے ہاں موجود ہیں، اور ان کی خرابیاں بھی محتاج بیان نہیں تاہم وہ لوگ برس ہا برس سے اس عمل کا حصہ ہیں چنانچہ کچھ روایات، کچھ قدریں اور کچھ تقاضے ان کے ہاں بڑے اہتمام سے ملحوظ رکھے گئے، جس سے معاشرہ عمومی بگاڑ بناوٹ، نمائش اور اتھلے پن کا شکار نہیں ہوا لیکن نو دولتیا طبقہ چونکہ کسی عمل کا حصہ نہیں بلکہ بعض اتفاقات اور عاجلانہ اقدامات کے ذریعے بہت تھوڑے وقت میں مستحکم اور متعارف ہوا ہے اس لئے اسراف، تبذیر، دولت کی نمائش، فیشن پرستی، عہدے کے حصول کی ہوس اور اقدار و روایات کے خلاف بغاوت کی کیفیات ہمارے معاشرے کے معمولات میں شامل ہو گئیں، جس سے گویا ایک فلڈ گیٹ کھل گیا اور ہر کس و ناکس اس کے بہاؤ کی نذر ہو گیا تو دولتیا طبقہ کسی علمی صلاحیت، فنی قابلیت، اور ذہنی مہارت کے باعث وجود میں نہیں آیا بلکہ سمگلنگ، ملاوٹ، رشوت، چور بازاری، ذخیرہ اندوزی، چھینا جھپٹی، منشیات کی تجارت اور اس طرح کے دیگر ذرائع کے بل بوتے پر دیکھتی آنکھوں زر و جواہر میں کھلنے لگا ہے بس لئے وہ صبر، تحمل، برداشت، میانہ روی، قناعت، وقار اور غنا ایسے اوصاف اپنے اندر پیدا نہیں کر سکا اور نہ وہ اپنے مخصوص مزاج کے باعث پیدا کر سکتا تھا، اس کا اثر یہ ہوا کہ شادی ہو یا مرگ، مکان کی تعمیر ہو، یا دفتر کا قیام، لباس کی تراش خراش ہو یا طرز بود و باش، ہر ایک حوالے سے ایک چھچھورا پن پیدا ہوتا چلا گیا، معاشرے میں کتنے ایسے لوگ ہیں جو ہر عمل اور ردعمل کو اس کے پورے نظام کے ساتھ منسلک کر کے دیکھنے اور پرکھنے کے عادی ہوں اور وہ اس تصنع اور بناوٹ سے اپنے آپ کو محفوظ رکھ سکیں، چنانچہ ہر آدمی انہیں دیدے پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگ گیا اور عالم تصور میں خود کو ویسا ہی دیکھنے کی آرزو کرنے لگا، ایک دن میں مہنگا پلاٹ خریدا چوتھے روز بنگلہ تیار ہو گیا، گھروں میں ٹی وی، فریج، وی سی آر، قالین، صوفے اور سامان آرائش کی بھرمار شروع ہو گئی، ملبوسات کے نئے سے نئے ڈیزائن وجود میں آنے لگے، جدید ترین ماڈل کی گاڑیاں گیراج میں پہنچ گئیں، بھاری اور قیمتی زیورات پہن کر جانا ہر محفل اور تقریب کے آداب میں شامل ہو گیا، ہزاروں روپے کے عروسی جوڑے اور کامدار ساڑھیاں ضرورت کا درجہ اختیار کر گئیں، شادی بیاہ اور روزمرہ کی دعوتوں کے لئے اونچے اور مہنگے ہوٹلوں کا رخ کرنا فیشن سا بن گیا، اور ہر شریک محفل کے سامنے اپنی دولت و امارت کا اظہار ایمان اور عقیدہ بن گیا، ایسے میں جو متوقع تھا وہ سامنے آنے لگ گیا کہ ہر شخص وہ کچھ کرنے کے لئے بے تاب ہو گیا جو وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا یعنی فیشن، آسائش، آرائش، طمطراق اور نمائش!

اب ضروری تو نہیں کہ ہر اندھے کے ہاتھ میں بٹیر آ جائے، بس ایک دوڑ سی لگ گئی، اور اس دوڑ میں سارے رشتے ناتے پامال ہونے لگے، چار دیواریاں پھلانگی جانے لگیں، راستے غیر محفوظ ہونے لگے، پستول تان کر چچا اور ماموں کی جیب صاف ہونے لگی، ملکی سرحدیں اپنا تقدس سمگلنگ کے باعث گنوا بیٹھیں، القصہ ہر شخص ایک ہی خواب دیکھنے لگا، بنگلہ، کار، قالین، صوفہ، فریج، ٹی وی، وی سی آر، فیشن، ہوٹلنگ، یہ خواب تو بلاشبہ سہانا اور دلکش ہے مگر تعبیر سامنے آئی تو بڑی بھیانک، خوفناک، تاریک اور مہلک تھی وہ جو ایک محاورہ ہے "سائے سے ڈرنا" اس وقت بلاشبہ ہر انسان اپنے سائے سے ڈر رہا ہے، جہاں سائے ڈرانے لگیں وہ معاشرہ انسان کے لئے

''معاشرہ'' نہیں ایک ''محاصرہ'' بن چکا ہے جس کی دیواروں سے آسیب چمٹے ہوں اور منڈیر پر بھوت منڈلاتے ہوں، کوئی ہے جو اس مشاہدے کی تردید کرسکے؟

شہروں کا بے ہنگم پھیلاؤ: اس عنوان کا بظاہر تعلق تو انتظامی معاملے سے بنتا ہے مگر درحقیقت شہروں کا بے ہنگم پھیلاؤ متعدد سماجی، اخلاقی اور نفسیاتی قباحتوں اور خرابیوں کا ایک بہت بڑا موجب ہے، جوں جوں شہروں کا سائز اور آبادی کا پھیلاؤ بڑھتا جائے گا توں توں معاشرتی بگاڑ روز افزوں ہوگا، اسی لئے مخبر صادق صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ہدایت فرمائی تھی کہ ''نئے بسائے جانے والے شہر ایک دوسرے سے مناسب فاصلے پر ہوں اور کسی بھی شہر کی آبادی مدینہ منورہ سے زیادہ نہ ہو'' (مدینہ منورہ چند ہزار نفوس پر مشتمل شہر تھا) اس ہدایت اور حکم کی حکمت آج کے دور میں اظہر من الشمس ہے کہ کس طرح بڑے بڑے شہر سماج اور حکومتوں کے لئے مستقل دردسر بن جاتے ہیں، مانا کہ بڑے شہر روزگار مہیا کرتے ہیں، تسلیم کہ بڑے شہر تمدنی ارتقاء میں اہم کردار ادا کرتے ہیں مگر یہ بھی مسلمہ حقیقت ہے کہ یہی بڑے شہر فتنوں کی آماجگاہ اور مجرموں کی پناہ گاہ ہوتے ہیں۔

سوسائٹی میں جرائم کی بیخ کنی اور اخلاق فاضلہ کی نشو ونما میں جہاں دوسرے موجبات کام کرتے ہیں وہاں ایک ذریعہ ہر فرد کا شخصی تعارف، باہمی میل جول، جان پہچان اور ذاتی سطح پر تعلقات کی استواری بھی ہے، چھوٹے شہروں میں آباؤ اجداد سے لوگ ایک دوسرے کے محلّہ دار ہوتے ہیں اور ذاتی جان پہچان رکھتے ہیں اس لئے کوئی بھی شخص جرم کرکے اپنے آپ کو چھپا نہیں سکتا یا تو بھاگ جائے گا اور دوبارہ شہر اور بستی میں داخل نہیں ہوگا یا پھر رواج اور قانون کے مطابق سزا پائے گا اور ہر ایک کی نظر میں مشکوک اور مجرم ٹھہرے گا، بڑے شہروں میں ایک محلہ تو کجا ایک گلی کے دو گھروں کا آپس میں کوئی رابطہ اور تعارف نہیں ہوتا جس کے نتیجے میں ہر شخص ایک دوسرے سے انجان اور بیگانہ ہوتا ہے کس کا گھر لٹا، کس نے لوٹا، ماسوائے اہل خانہ کے کسی کو نہ علم ہوتا ہے اور نہ احساس!

بڑے شہروں کے دیگر مسائل جو بظاہر انتظامی ہوتے ہیں لیکن ان کا سماج، اخلاقیات اور نفسیات سے گہرا تعلق ہے، ٹریفک ہی کو لے لیجئے، ہزاروں بسیں ویگن کاریں رکشے موٹر سائیکل سڑکوں پر رواں دواں رہنے سے شور، دھواں، گردوغبار ایسے مسائل مستقل مسائل ہیں اب جدید سائنس اور نفسیات نے ثابت کیا ہے کہ شور، آلودگی اور گردوغبار سے انسانی اعصاب بری طرح متاثر ہوتے ہیں رفتہ رفتہ لوگوں میں چڑچڑاپن، غصہ، عدم برداشت فشار خون ایسے امراض پیدا ہوجاتے ہیں جو جرائم کا ایک بڑا سبب ہیں، اور پھر ٹریفک کے بے پناہ ہجوم میں دھکم پیل ہوتی ہے، پیچھے سے پریشر ہارن بجتے ہیں، گاڑیاں ٹکرا جاتی ہیں اور نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ رگیں پھول جاتی ہیں بھنویں تن جاتی ہیں، آستینیں اوپر آجاتی ہیں، بازو کی مچھلیاں ابھر آتی ہیں اور یوں تحمل، اخلاق، برداشت اور بردباری کا آبگینہ چھناکے کی آواز کے ساتھ ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہوجاتا ہے، ظاہر ہے جہاں لاکھوں لوگ بستے ہوں وہاں روزانہ کہیں نہ کہیں لڑائی، جھگڑا، فساد ہوتا ہی رہتا ہے یوں یہ سب کچھ نفسیات اور کلچر کا حصہ بن جاتا ہے۔ اسی طرح آبادی جہاں بھی بڑھے گی اور پھیلے گی اس حساب سے تجارتی، کاروباری اور طبقاتی کشمکش بڑھے گی اور حسد، حرص، اور ہوس کی وبا پھیلے گی جس کا واضح مطلب اخلاقی بگاڑ اور معاشرتی فساد ہے۔

ایک اور زاویے سے دیکھا جائے تو بہت زیادہ آبادی والے اور پھیلے ہوئے شہر میں سماج کا ڈھانچہ ایک طرز پر استوار نہیں ہوتا اس کے متعدد اور ایک دوسرے سے متضاد پہلو اور دھارے ہوتے ہیں، کچی آبادیاں اور انتہائی ماڈرن آبادیاں، غریب علاقے اور امیر علاقے، پرانی آبادیاں اور نئے محل، کچی جھونپڑیاں اور ماربل کے محلات، یہ سب کچھ پہلو بہ پہلو ہوتا ہے صرف یہی نہیں سہولتیں اور مراعات مختلف ہوتی ہیں، کچھ علاقے راتوں کو بجلی کے قمقموں سے بقعہ نور بنے ہوتے ہیں اور بعض کا علاقہ روشنی سے محروم، بعض آبادیوں کی سڑکیں صاف شفاف اور چمکدار ہوتی ہیں بعض علاقوں میں مریض اور میت لے جانے کے لئے راستہ تک مہیا نہیں ہوتا، الغرض ایک ناقابل عبور خلیج حائل ہوتی ہے دو علاقوں اور محلوں کے درمیان اور یہ خلیج صرف سنگ وخشت اور برق وآب کی رسائی سے منسلک نہیں بلکہ انسانوں کے ذہنوں اور

دوں کے درمیان حائل ہوتی ہے اور کبھی جذبات کی لہر کناروں سے اچھل ہی پڑتی ہے تو کراچی کا منظر آنکھوں کے سامنے گھوم جاتا ہے، ایک بار ایسا ہو جائے تو کونے کھدروں میں برسوں سے سوئے ہوئے نسلی، لسانی، علاقائی، مذہبی اور سیاسی اختلافات حشرات الارض کی طرح انسانی آبادیوں پر حملہ آور ہو جاتے ہیں، اور پھر کہاں کی ہمسائیگی، اور کہاں کی مسلمانی، سب کچھ اس آگ کی نذر ہو جاتا ہے۔

علاوہ ازیں بڑے شہروں میں تعلیم، داخلے، مہنگائی، ہر چیز کا بھاؤ تاؤ، مصنوعی طرز زندگی، دولت کی ریل پیل، مارکیٹوں کی چمک دمک، ایسی باتیں براہ راست اخلاق انسانی پر اثر انداز ہوتی ہیں، ان چیزوں کو معمولی سمجھ کر نظر انداز کرنے والے پھر اپنی آنکھوں سے رنگ و نور میں نہائے ہوئے شہروں کو آسیب زدہ شہر کی شکل میں دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ حدوں اور کناروں سے باہر نکلتے اور اچھلتے ہوئے شہروں سے ایک اور قباحت بھی منسلک ہے کہ بظاہر ان کا دامن دیہی علاقوں سے منتقل ہونے والے لوگوں کے لئے پناہ گاہ بنتا ہے اور روزگار کے دروازے کھلتے ہیں لیکن ساتھ ہی ساتھ شہروں میں وسائل کا ارتکاز پیدا ہو جاتا ہے ہر سہولت اور رعایت بڑے شہر کو ملتی ہے بڑے کاروبار شہروں میں پھلتے پھولتے ہیں، خوشحالی کا ہر راستہ شہر کی طرف جاتا ہے اس کے ردعمل میں دیہات اور اہل دیہہ میں احساس محرومی پیدا ہوتا اور مسلسل بڑھتا رہتا ہے جو بہر حال کبھی نہ کبھی طوفان ثابت ہوتا ہے، شہری اور دیہی طرز معاشرت اور اطوار و اقدار پہلے ہی مختلف ہوتی ہیں وسائل اور سہولتوں کے ارتکاز کا شکوہ جلتی پر تیل کا کام دیتا ہے، چونکہ بنیادی ضرورت کے تمام اسباب اور دیگر خام مال دیہات مہیا کرتے ہیں مگر اس کے ثمرات اور اثرات سے اہلیان شہر مستفید ہوتے ہیں، لکڑی دیہات کی اور بہترین فرنیچر شہروں کے پاس، کپاس دیہات کی، اعلیٰ ملبوسات شہروں کے تن پر، گندم اور چاول دیہات کے عمدہ پکوان شہریوں کو نصیب، اینٹ گارا، پتھر دیہات کا چمکدار سڑکیں شہر کی محنت مزدوری دیہات والوں کی اور پرآسائش بنگلے شہروں کے، الغرض ایک طرح کی چڑ اور رقابت شہر اور دیہہ کے درمیان پیدا ہو جاتی ہے، اگر وسائل کو یکجا کھپانے کے بجائے مناسب انداز میں چھوٹی آبادی کے شہر بنا کر استعمال کئے جائیں تو دفاع اور سماجی دونوں اعتبار سے مفید ثابت ہوں اور یوں معاشرتی مفاسد کی بڑھتی ہوئی رفتار کو کسی حد تک روکا جا سکتا ہے، یہ باتیں آج نہیں تو کل ضرور اپنی اہمیت دنیا پر واضح کریں گی۔

فیوڈل نفسیات: معاشرتی بگاڑ کا موضوع جہاں اور جب بھی زیر بحث آئے گا اور اس کے اسباب و عوامل پر غور کیا جائے گا تو لازماً اور حتماً فیوڈل نفسیات خرابیوں کا ایک اہم سبب قرار پائے گی، ہمارا معاشرہ بنیادی طور پر دیہی معاشرہ ہے اور صدیوں بعد بھی مکمل طور پر شہری معاشرہ اور صنعتی سوسائٹی کا درجہ نہیں پا سکا، اور دیہی معاشرے کا اعصابی اور اہم ترین کردار فیوڈل طبقہ ہے، اور اس طبقے کی اخلاقیات اور نفسیات ہماری سوسائٹی کی رگ رگ میں پیوست ہیں اور جا بجا اپنا اثر ظاہر کرتی ہیں۔

انتہائی مختصر لفظوں میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ جاگیردار کلاس اپنی عادات و اطوار کو جن عناصر سے ترکیب دیتی ہے وہ ہیں دولت، دہشت، انانیت اور حاکمیت، کسی علاقے کا جاگیردار کبھی بھی نہیں چاہے گا کہ اس سے اس کی دہشت زائل ہو جائے، وہ ہر بات کو اپنے لئے ناک کا مسئلہ سمجھتا ہے کیوں کہ وہ انا کا اسیر ہوتا ہے اور وہ اپنے چھوٹے یا بڑے حلقہ اثر میں کسی کی مداخلت برداشت نہیں کرتا جس سے کہ اس کی حاکمیت متاثر ہوتی ہو خواہ وہ سڑک کا بننا، سکول کا کھلنا، ہسپتال کا قائم ہونا اور گھریلو طرز کی صنعت کا لگنا ہی کیوں نہ ہو۔ دیہی علاقوں میں تو فیوڈل نفسیات کا اظہار ایک واضح مشاہدہ ہے اور اپنے نقطہ عروج پر ہے لیکن شہری آبادیاں بھی اس کے اثر سے مبرا نہیں ہیں، شہر کے مرفہ الحال لوگ جب وڈیرے کو اپنی دولت اور طاقت ٹھوس طریقے سے استعمال کرتا ہوا دیکھتے ہیں تو ان کی رال ٹپکنے لگ جاتی ہے کہ ہم بھی ایسے ہی کیوں نہ بن کر دکھائیں، ہمارے پاس بھی تو پیسہ ہے، گاڑی ہے، بنگلہ ہے، نوکر چاکر ہیں، خود کو دوسروں سے برتر، اور طاقتور ثابت کرنے کے لئے اوٹ پٹانگ حرکتیں شروع کر دیتے ہیں جو آگے چل کر اخلاقی اور قانونی حدوں کو پھلانگنے کا مکروہ سلسلہ بن جاتا ہے، مثلاً نوکروں کے ساتھ اردو یا انگریزی میں بات کرنا، گرمیوں میں تھری پیس سوٹ پہننا، انگریزی طرز کا ناشتہ اور کھانا، شراب اور عورت سے شغل فرمانا، بڑی گاڑی کے زعم میں کسی سائیکل سوار یا ریڑھی بان کو ٹکر مار کر ادھ موا کر دینا، ٹریفک رولز کو پامال کرنا، اپنے کمسن اور الہڑ لڑکوں کو

گاڑیاں دے کر ان کی تفریح طبع کا سامان اور اپنی امارت کا اظہار کرنا، گاڑی ٹکرا جائے، چھن جائے یا چوری ہو جائے تو دوسرے روز فوراً نئی گاڑی منگوانا، اولاد کے عشقیہ اشغال کی حوصلہ افزائی کرنا، غرضیکہ اس طرح کی بے شمار حرکات دراصل لاشعوری طور پر فیوڈل نفسیات کی پیروی کا شاخسانہ ہوتی ہیں جس کا واحد مقصد اپنی دولت، دہشت، انانیت اور حاکمیت کا اظہار ہے، اور اس پوری نفسیات کے پیچھے صرف ایک فقرہ کارفرما ہوتا ہے جو بار بار ایسے لوگوں کے ذہنوں میں گھنٹی کی طرح بجتا اور انہیں چونکائے رکھتا ہے اور یہ لوگ تمام عمر اس فقرے کی گونج سے خود کو آزاد نہیں کر سکتے وہ فقرہ ہوتا ہے "لوگ کیا کہیں گے؟" "شادی پر لاکھوں روپے کی آتشبازی نہ ہوئی تو لوگ کیا کہیں گے؟" ، ماں باپ کے مرنے پر رسم قل میں زردہ، پلاؤ، کباب، فرنی تیار نہ ہوئی تو لوگ کیا کہیں گے؟ ہر ہفتے گاڑی کا ماڈل نہ بدلا تو لوگ کیا کہیں گے؟ سال میں دو چار مرتبہ گھر مجرے کی محفل نہ ہوئی تو لوگ کیا کہیں گے؟ اولاد کی جائز اور ناجائز فرمائشیں پوری نہ کیں تو لوگ کیا کہیں گے؟ بس یہی ایک فقرہ حاصل ہے فیوڈل نفسیات کا! کہ ہر مسئلہ ناک کا مسئلہ! بس یہیں سے قانون شکنی کا عمل شروع ہو جاتا ہے، یعنی برداشت کرنے کو کمزوری سمجھ لیا جاتا ہے نہ کہ اخلاقی تقاضہ، معاف کرنے کو بزدلی کہا جاتا ہے نہ کہ جوہر انسانیت، قواعد و ضوابط کی پابندی کو گاؤدی پن قرار دیا جاتا ہے نہ کہ ذمہ دارانہ طرز عمل، سادگی اور قناعت کو غربت فرض کر لیا جاتا ہے نہ کہ ہوشمندی اور میانہ روی! تواضع کو طعنہ سمجھ لیا جاتا ہے نہ کہ اعلیٰ جب سوچ اس طرح کا رخ اختیار کر لے، تو پھر حرص، ہوس، جبر، استحال، کینہ توزی، انتقام، نفرت، سازش ایسی بیماریاں آدمی کو لگ جاتی ہیں چونکہ یہ سب کچھ خود کردہ ہوتا ہے اس لئے اس کا علاج کسی جالینوس کے پاس نہیں ہوتا۔

جب ایک خاص قسم کا طبقہ خواہ وہ دیہات کا ہو یا شہر کا، اس طرح کے طرز عمل کو اپنا جز و سیرت بنالیتا ہے اور بہر گام اور بہر نوع اس کا اظہار ضروری سمجھتا ہے تو باقی کے لاکھوں کروڑں انسان منفی یا مثبت اس کا اثر ضرور لیتے ہیں، یا تو ویسا بن کر دکھانا چاہتے ہیں یا ایسے کو تیسا کرنا چاہتے ہیں دونوں صورتوں میں تشدد، بگاڑ اور بدامنی لازمی ہے، ویسا بن کر دکھانے کے لئے چوری ڈاکہ سے لے کر اغوا اور قتل تک اور ایسے کو تیسا کرنے کے لئے بے رحمی اور جذبہ انتقام تک ذہن چلا جاتا ہے، بڑے بنگلوں میں قلعی کرنے والا مزدور اور کھیتوں میں کام کرنے والا مزارع جب اپنی اپنی جگہ سوچتے ہیں تو ہزاروں میل کے فاصلے اور کام کاج کے اختلاف کے باوجود ان کا ذہن ایک نتیجے پر پہنچتا ہے، اور وہ نتیجہ ہوتا ہے خوفناک انتقام، خونیں واردات، اور بے رحم اقدام، چونکہ جاگیردار ہر ایک چیز کو اپنی جاگیر سمجھ لیتا ہے خواہ وہ غریب کی حویلی ہو یا دہقان کی بیٹی، اور سرمایہ دار ہر چیز کو قابل خرید سمجھ لیتا ہے خواہ وہ قانون ہو، علم ہو، عصمت ہو، جذبات ہوں، احساسات ہوں، عزت نفس ہو، جبکہ سوچ کے یہ دونوں رخ غلط ہیں، اور غلیظ ہیں جب ردعمل ہوگا تو ظاہر ہے وہ شدید تر اور سنگین تر ہوگا، جاگیردار مزارع کی بیٹی پر ہاتھ ڈالے اور وہ جھٹک دے تو ناک کا مسئلہ کھڑا ہو گیا کہ انکار کیوں؟ اس سے میری بے عزتی ہوئی ہے، سرمایہ دار ہمسائے کی بیٹی پر نگاہ لطف فرمائے اور وہ آگے سے ناک چڑھائے تو ناک کا مسئلہ کھڑا ہو گیا، کہ یہ کیوں؟ یہ میری اور میرے سرمائے کی توہین ہے، بس اس طرز عمل کا نام فیوڈل نفسیات ہے، شہر اور دیہات کی ایک پوری نسل اس نفسیات کے ردعمل میں تیار ہو چکی ہے، طبل جنگ بج چکا، اور مقابلہ شروع ہے، اور یہ بات زبان زد عام ہو گئی ہے کہ وہ تمہاری نفسیات کا مسئلہ تھا یہ ہماری ضرورت کا مسئلہ ہے وہ تمہاری انا کی مجبوری تھی اور یہ ہماری بقا کی مجبوری ہے، وہ تمہارا بڑائی کا تقاضہ تھا یہ ہماری نوائی کا تقاضہ ہے، تناؤ اور کشیدگی کا یہ عالم ہے تو ایسے میں معاشرتی نظام کا درہم برہم ہونا سامنے کی بات ہے۔ ع وہ اپنی خو نہ چھوڑیں گے

ہم اپنی وضع کیوں بدلیں، کی کیفیت جہاں پیدا ہو جائے تو وہاں ٹھنا ٹھنی ناگزیر ہے، ٹھنا ٹھنی ہوگی تو افراتفری کو کون روک سکے گا؟ اور یہی وہ افراتفری ہے جس نے ہمارے معاشرے کی اخلاقی، انتظامی، سیاسی، معاشی اور نفسیاتی چولیں ہلا کر رکھ دی ہیں۔

برتر نصب العین کا فقدان: معاشرے کے رستے ناسور بننے میں ایک اور سبب بھی شامل ہے جو انتہائی توجہ طلب ہے اور وہ ہے برتر نصب العین کا فقدان، یہ جملہ بظاہر فلسفیانہ اور تصوراتی معلوم ہوتا ہے لیکن ذرا گہرائی میں جائیں تو بہت عملی اور واقعاتی محسوس ہوگا وہ یوں کہ

معاشرتی بگاڑ کے جملہ لوازم سوچ کے بودے پن اور عمل کے تھڑدے پن کی پیداوار ہوتے ہیں، پیغمبر جو پوری نوع انسانی میں ہر پہلو اور ہر اعتبار سے بہت اونچے مقام پر فائز نظر آتے ہیں تو اس کی ایک وجہ ان کی سوچ کا آفاقی اور میدان عمل کا کائناتی ہونا ہے، ان کی آنکھیں ایک خاص ماحول میں کھلتی ہیں لیکن نظر افق سے بہت دور تک جاتی ہے، ان کی سوچ کا لف ونشر اردگرد سے مرتب ہوتا ہے مگر سرا خدا تک جا پہنچتا ہے، ان کے قدم زمین پر ہوتے ہیں لیکن دھمک سدرۃ المنتہی پر سنائی دیتی ہے، ان کے ہاتھ روزمرہ کا کام کرنے میں لگے ہوتے ہیں لیکن انگلیاں نبض ہستی پر ہوتی ہیں، ان کا دل سینے کے چند انچ خول میں دھڑکتا ہے لیکن اس کی دھڑکن پورے عالم انسانی کو اپنے محیط میں لئے ہوتی ہے، وہ اسی مٹی سے اٹھتے ہیں لیکن یہ مٹی انہیں چپکی ہوئی نہیں ہوتی، وہ اسی خاکدان گیتی میں رہتے ہیں لیکن خبر ماورائے گیتی کی رکھتے اور لاتے ہیں، وہ رہتے کسی علاقے میں ہیں لیکن علائق دینوی سے بہت حد تک بے نیاز! وہ بظاہر مصر، فلسطین اور عرب کے لگتے ہیں لیکن نمائندگی پورے عالم امکان کی کرتے ہیں، یہ سب فیض ہوتا ہے برتر نصب العین کا، نصب العین جتنا برتر ہوگا، سوچ اور عمل کا دائرہ اتنا ہی بہتر ہوگا، اب اس دائرے میں نسلی تعصبات داخل ہو سکتے ہیں اور نہ لسانی مناقشات، اس محیط میں نفس پرستی کے حباب اٹھتے ہیں اور نہ انا پرستی کے، ایسے ماحول میں نہ ہوس پرستی کے جراثیم پلتے ہیں اور نہ جبر کے کیڑوں کو غذا ملتی ہے، برتر نصب العین انسان کو "ابوالوقت" بنا دیتا ہے اور اس سے محروم انسان "ابن الوقت" بن جاتا ہے اور یہی وہ ابن الوقت ہیں جو ہنگامی تسکین کے لئے دلوں اور سینوں کو بغض اور کدورتوں سے بھر دیتے ہیں۔ ابوالوقت "میر کارواں" ہوتا ہے جو بہت دور سے بھی اپنی منزل دیکھ رہا ہوتا ہے اور ابن وقت "گرد کارواں" ہوتا ہے نہ وہ کسی کو پہچان سکتا ہے اور نہ کوئی اسے پہچان پاتا ہے اور فرق صاف ظاہر ہے۔

پوری تاریخ اس پر شاہد ہے کہ عالمی جنگیں ہوں یا نسلی فسادات، زبان کے جھگڑے ہوں یا قومیت کے بکھیڑے، سبھی معمولی مفادات اور بہت چھوٹے مقصد اور نصب العین کا شاخسانہ ہیں، کوئی علاقے میں اپنی برتری کو اپنا مقصود حیات سمجھ لے تو جنگ چھڑ جاتی ہے، کوئی اپنی نسل کو محبوب سمجھ لے تو نسلی منافرت آگ کی طرح بھڑک اٹھتی ہے، کسی کو یہ خبط لاحق ہو کہ وہ صرف اپنی قومت کے تحفظ کا علمبردار ہے تو ایک ہی صوبہ یا ضلع میدان جنگ بن جاتا ہے۔ اسی طرح وزارت، ممبری، کونسلری، چودھراہٹ ایسے حقیر نصب العین کبھی بھی سوسائٹی کو امن کا گہوارہ نہیں بننے دیتے۔ جس طرح جوہڑ کا پانی مچھروں کی افزائش کے لئے نرسری کا کام دیتا ہے اسی طرح حقیر اہداف مسلسل کشمکش اور دنگا فساد کی حالت برقرار رکھنے بلکہ اسے بڑھانے میں کھاد کا کام دیتے ہیں۔

اس وقت ہمارا معاشرہ بہت بہت چھوٹے مفادات اور ایشوز کو اپنے لئے نصب العین بنا چکا ہے اور سوچ کے دائرے بڑی تیزی سے سمٹ اور سکڑ رہے ہیں۔ پہلے جس دائرے میں پوری ایک قوم سمائی ہوئی تھی اب اس میں چند لوگ نہیں سما پا رہے، نہایت تنگ اور مختصر خانوں میں انسانوں کی تقسیم کا عمل شروع ہے اور کسی کو ہوش نہیں کہ یہ خانے اور تنگ ہو گئے اور یہ دائرے مزید سکڑ گئے تو کل کو کہیں یہ محدود حلقے پھانسی کا پھندا نہ بن جائیں اور ایسا کرنے والے کی اپنی ہی گردن اس میں پھنس کر نہ رہ جائے۔

مثال کے طور پر کوئی فرد یا قوم دولت، قومیت، صوبائیت، حکومت وغیرہ کو اپنا نصب العین قرار دے دے تو اس کا بدیہی نتیجہ ہوس، تعصب، نفرت اور جبر کی صورت میں برآمد ہوگا کیونکہ دولت کا حصول ایسا ہدف ہے کہ بیش از بیش ہوس زر لازمی ہے، قومیت کا مطلب باقی تمام اقوام عالم سے متعصبانہ رویہ اختیار کرنا ہے۔ صوبائیت دوسرے صوبوں سے نفرت کا نام ہے اور حکومت کے لئے دھونس، سازش اور جبر ناگزیر ہتھکنڈے ہیں۔ اس کے مقابلے میں کوئی اونچا نصب العین مثلاً وحدت امت یا اتحاد انسانیت، رضائے الٰہی، فلاح اخروی وغیرہ ایسے اہداف ہیں جو انسان کے ظرف کو وسیع، نگاہ کو کشادہ، دل کو نرم، سینے کو معمورۂ محبت، سوچ کو پاکیزہ اور جدوجہد کو مثبت رخ عطا کرتے ہیں۔ ایک شخص اگر وحدت امت کا نظریہ اپنا لیتا ہے تو مذہبی، مسلکی، گروہی اور رنگ کی نفرتوں سے اس کی نگاہ پاک ہو جاتی ہے پھر کہاں کا کینہ اور کہاں کا انتقام، سب انسان لائق محبت قرار پاتے ہیں، اگر رضائے الٰہی ہدف بن جائے تو انسان لالچ، ضمیر فروشی، منافقت اور دورنگی جیسی

بیماریوں سے بچا رہتا ہے۔ کیوں کہ اسے کسی حاکم، وڈیرے، چودھری، سرمایہ دار، جتھے، گروہ، برادری اور فرقے کی خوشنودی نہیں، خدا تعالیٰ کی رضا مطلوب ہے۔ اب اسے کیا ضرورت پڑی ہے کہ وہ کسی کے در پر جھولی پھیلائے، اپنا ضمیر گروی رکھے، ظاہر و باطن میں فاصلہ پیدا کرے اور ملمع سازی کا رویہ اپنائے، وہ جس کی رضا کا طالب ہے وہ دلوں کے بھید اور نیتوں کے حال اور سینے کی دھڑکنوں تک سے واقف ہے۔ اس کی بارگاہ میں کھرے اور کھوٹے، سفید اور سیاہ، ایمان اور نفاق، نیکی اور بدی، ظاہر اور باطن، اخفا اور اعلان کے درمیان کوئی التباس نہیں، ہر شے واضح اور صاف ہے، ظاہر ہے ایسا انسان اپنے ارادے اور عمل اور قول اور فعل کے بارے میں نہایت یکسو اور واضح ہوگا اور اس کے نمایاں اثرات سوسائٹی پر بھی مرتب ہوں گے۔

اگر فلاح اخروی کسی فرد یا قوم کا نصب العین بن جائے تو ایسے فرد یا قوم کی نظر دنیا اور اس کے تمام اسباب، زر و مال، سرمایہ و جاگیر، منصب و جاہ سبھی کچھ حقیر اور بے معنی ہو جائیں گے۔ اس کے ہاں عزت و ذلت، فلاح و خسران، بلندی و پستی کے تمام پیمانے بدل جائیں گے، وہ اپنے ہر اقدام اور عمل میں آخرت کی سعادت، آخرت کی فلاح اور آخرت کی عزت کو مدنظر رکھے گا۔ اس کی زندگی میں سازش، حرص، تکبر اور لغویت کا گزر تک نہیں ہوگا اس لئے کہ اس کی نظر میں یہ ساری چیزیں پیش پا افتادہ، وقتی، ناپائیدار اور خالی از منفعت ہیں، وہ زندگی جیسی امانت میں خیانت کا تصور بھی نہیں کرے گا۔ جملہ نوع انسانی کو اس سے کسی شر کا اندیشہ اور حملے کا خوف نہیں رہے گا اور یوں دنیا امن کا گہوارہ بن سکتی ہے۔

برتر نصب العین کو کوئی خواب قرار دے تو ہمارے خیال میں اہل دنیا ویسے بھی خوابوں میں رہتے ہیں، تو کیوں نہ پاکیزہ، سہانا اور بہتر خواب دیکھا جائے، ہماری دلیل یہ ہے کہ دنیا جن خوابوں اور سرابوں میں بھٹک رہی ہے ان کا آج تک کیا حاصل سامنے آیا ہے؟ کون سے خواب کی تعبیر ملی ہے؟ اور کس سراب سے پانی کا گھونٹ میسر آیا ہے؟ یہ سبھی خواب ہی تو ہیں جو آج کے دور میں ہر انسان دیکھ رہا ہے، کہ میں روئے زمین کا حاکم بن جاؤں، میں سب سے بڑا دولت مند بن جاؤں، مجھے لوگ خدا مان لیں، سبھی میرے سامنے عاجز ہوں، مجھے کوئی دکھ نہ ہو، مجھے کوئی خوف نہ ہو، مجھ سے کچھ چھن نہ جائے، میں عمر جاوداں پالوں وغیرہ، لیکن بدقسمتی سے یہ خواب دنیا بھر کے لئے عذاب بن گئے، روئے زمین کا حاکم بنتے بنتے انسان نفس زبوں کا محکوم بن کر رہ گیا ہے، دولت مند بنتے بنتے فقیر کی دولت گنوا بیٹھا ہے، خدا بننے کے شوق میں اپنی خودی تک سے ہاتھ دھو بیٹھا ہے، دوسروں کو عاجز بناتے بناتے اپنی بڑھتی ہوئی اغراض کے ہاتھوں عاجز آ گیا ہے، دکھ سے بچنے کے خواب دیکھنے والا پوری دنیا کو دکھی کر گیا ہے، خوف سے محفوظ رہنے کے شوق نے نوع انسانی کو خوفزدہ کر دیا۔ کچھ چھن نہ جانے کے خیال میں سکون قلب چھن گیا، عمر جاوداں پانے کی آرزو میں دنیا موت کی وادی بن گئی اور ہر ایک دوسرے کے لئے ملک الموت، کچھ ایسے ہی خواب نمرود، فرعون، قارون، دارا، سکندر، ہلاکو، چنگیز نے دیکھے تھے، انہوں نے تو خواب دیکھے لیکن دنیا کا خانہ خراب کر گئے، برتر نصب العین خواب ہی سہی، لیکن بعض خواب ایسے ہوتے ہیں جن میں عمر گزار دینا ہی حاصل عمر قرار پاتا ہے۔

مذہب کا منفی استعمال: مذہب جو انسانی تاریخ کا قدیم اور متبرک ورثہ اور تہذیب انسانی کا سب سے موثر اور بڑا ذریعہ رہا ہے، جس کے ساتھ ہی مطلع کائنات کے بے شمار درخشندہ آفتاب ذہن میں آجاتے ہیں۔ مقدس پیغمبر، صحابہ کرام کی جمعیت، صوفیا، صلحائے امت، اور حق پرست علماء یہ سب مذہب کا کتنا تابناک اور شاندار حوالہ ہیں۔ انہی لائق ہزار احترام شخصیات نے انسان کو صحیح معنوں میں ''حضرت انسان'' بنایا۔ پہاڑ کی کھوہوں، غاروں، ریگستان کے ٹیلوں اور جزیروں سے انسان کو نکال کر معلم اخلاق کے منصب پر فائز کیا۔ جہانبانی کے آداب سے آشنا کیا، تسخیر کائنات کے رموز سے آگاہ کیا، آدم خوری سے ہٹا کر مردم سازی پر لگایا اور آدمی کو محض گوشت پوست کے خول سے آزاد کر کے فکر و یقین کی فضائے بسیط کا راستہ دکھایا۔

مگر رفتہ رفتہ عیار اور کج فہم لوگوں نے مذہب کے خدا پرستی، انسان دوستی، تعمیر کردار اور آئین انقلاب کے کردار کو مسخ کر کے محض فتویٰ کی ٹکسال بنا کر رکھ دیا۔ جس میں کفر، الحاد، ارتداد، زندقہ، وجوب قتل، نکاح شکنی کے سکے ڈھلنے لگے حالانکہ تاریخ کی باوثوق شہادت کے مطابق اسی مذہب کی آغوش میں تقویٰ، طہارت، انسانیت، حب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم، رواداری اور حسن عمل کے اوصاف پرورش پاتے تھے۔ آج دنیا میں جہاں بھی اعلیٰ اقدار، پاکیزہ جذبات، مقدس اصول، شاندار روایات اور برتر مقاصد اور اہداف نظر آتے ہیں

کسی قیصر و کسریٰ کی دین نہیں فقط اور فقط مذہب اور اس کی تعلیم کا فیض ہے۔ وہ مذہب ہی تھا جس نے حکومت میں خودسری کے بجائے خدا کی بندگی، سیاست میں مکر و حیلہ اور جور و ستم کے بجائے احساس ذمہ داری، معیشت میں سلب و نسب کے بجائے احسان و ایثار، معاشرت میں طبقہ نیت کے بجائے مساوات اور روحانیت میں گریز و فرار کے بجائے مثبت کردار کے اصول رائج کئے۔

چونکہ اس وقت موضوع سخن معاشرتی بگاڑ ہے اس لئے مذہب کی مسخ شدہ تعبیر اور محرف رویہ بھی معاشرتی بگاڑ کا ایک افسوس ناک عامل ہے۔ ظاہر ہے جب ترتیب الٹ جائے گی تو پورا نقشہ اپنے آپ بگڑ جائے گا۔

وہ لوگ جو مزاج کے اعتبار سے لڑاکا، طبیعت کے اعتبار سے جھگڑالو، ذہن کے اعتبار سے متشدد اور سوچ کے اعتبار سے مردم آزار تھے جب وہ مذہب کے میدان میں داخل ہوئے تو وہ خود تو کیا سدھرتے الٹا مذہب کی روح بگاڑ کر رکھ دی، عام لوگوں نے مسجد میں نماز پڑھنی تھی، عید گاہوں میں جانا تھا، خطبہ جمعہ سننا تھا، سیرت کے جلسے میں شریک ہونا تھا، لیکن ان کے ساتھ پیشہ ور ارباب مذہب اور کم نظر واعظین نے یہ سلوک کیا کہ انہیں سب کچھ سنایا اور سکھایا، مگر نہ سنا سکے تو نغمہ محبت نہ سنا سکے اور نہ سکھا سکے تو اخلاق حسنہ نہ سکھا سکے، معاشرہ بد عنوانی کی لپیٹ میں تھا اور واعظین کا موضوع آمین بالجہر اور رفع یدین رہا، معاشرہ قتل و غارت کی پوٹ بن گیا اور خطیب منبر نور و بشر میں الجھا رہا، معاشرہ منافقت کے طوفان میں پھنس گیا اور وارث محراب خلافت و امامت کے موضوع پر بولتا رہا، معاشرہ حرص و ہوس کے ریلے میں بہہ گیا اور فقیہ شہر قربانی کی مینڈھے کے دانت گنتا رہا، معاشرہ نفرت کی آگ میں جھلس گیا اور شیخ حرم گئے جوڑنے کی مشق کراتا رہا، معاشرہ جبر کی دیوار تلے دب گیا اور مفتی اعظم داڑھی کا طول و عرض ناپتا رہا، معاشرہ رشوت اور سفارش کے سرطان میں مبتلا ہو گیا اور قاضی وقت نکاح ٹوٹنے کے فتوے دیتا رہا، جب معاشرے میں مذہب کا کردار اور ارباب کا طرز عمل ایسا ہو، تو معاشرہ ڈھلان سے لڑھکنے والا پتھر نہیں بنے گا تو اور کیا ہوگا؟ جو نیچے ذلت کی کھڈ میں گر کر بالآخر پاش پاش ہو جاتا ہے۔

دنیا میں بلاشبہ متعدد عوامل اور عناصر بلاشبہ بہت طاقتور ہیں لیکن اس گئے گزرے دور میں بھی سب سے زیادہ طاقت ور "مذہب" ہے لیکن جب ذمہ دار لوگ ایٹم بم سے مچھر مارنے کا شغل شروع فرما دیں یعنی مذہب جیسی قوت کو بڑے ہی فروعی مسائل میں صرف کرنا شروع کر دیں تو نتائج کے لئے کسی بقراطی پیشنگوئی کی ضرورت نہیں رہتی۔ عقل عام خود ہی واضح نتیجے پر پہنچ جاتی ہے، اسے المیہ کہئے یا طربیہ لکھئے، بہر کیف یہ ستم اور یہ مذاق اس زوال آمادہ معاشرے کے ساتھ برابر روا رکھا جا رہا ہے۔

دین اسلام کی تعلیمات اس قدر سادہ، دل نشین، انقلاب آفریں، حیات بخش اور یقین پرور ہیں کہ روح عصر اس پر قسم کھانے کو تیار ہے مگر کوئی سلیقے اور قرینے سے اسے پیش تو کرے؟

چاروں ارکان اسلام ہی لے لیجئے پورا دستور العمل اور منشور زندگی ہیں۔ نماز انسان میں عاجزی، نظم و ضبط اور یکسوئی پیدا کرتی ہے، روزہ ایثار اور قناعت کا درس دیتا ہے، زکوٰۃ حب مال کی جڑ کاٹتی ہے اور حج اللہ تعالیٰ کے ساتھ والہانہ محبت اور سب کچھ اللہ تعالیٰ کے لئے چھوڑ دینے کی رمز بجھاتا ہے، یہ سب کچھ برحق اور بسر و چشم! مگر ان میں سے کوئی بھی صفت ہے جو ہمارے اخلاق کا حصہ ہو؟ ہرگز نہیں، آخر کیوں؟ اس کا مرصع اور مختصر جواب تو حکیم الامت علامہ محمد اقبال علیہ الرحمہ برسوں پہلے دے چکے:

نماز و روزہ و قربانی و حج   یہ سب باقی ہیں تو باقی نہیں ہے

یہ جو ہم باقی نہیں رہے تو اس کی بھی تو کوئی وجہ ہوگی یا ہونی چاہئے اور وہ ہے اور بالکل آنکھوں کے سامنے! جب محراب و منبر، ترش ابرو، خطیب شہر زہر خند اور قہر پاش، تقریر زہر آلود تیر، لہجہ گنڈاسہ، گفتار تیغ آبدار، زبان خدنگ و سنان اور موضوع فروع بن جائے تو ایسے تماشے ہر زوال یافتہ قوم دیکھا کرتی ہے۔ جو وقت دنیا کو معجزہ دکھانے کا تھا وائے نصیب وہ اپنا تماشا دکھانے میں خرچ ہو رہا ہے۔

قصہ کوتاہ یہ چند اہم عوامل ہیں جو محض چہرے اور طرز حکومت بدلنے سے دفعتاً اصلاح پذیر نہیں ہوں گے بلکہ ایک اسلامی عوامی انقلاب ان عوامل و اسباب کا خاتمہ کر کے معاشرے کو نئے ڈھنگ اور آہنگ سے ہمکنار کر سکتا ہے، پھر معاشرہ ناسور نہیں رہے گا، رنگ و نور میں ڈھل جائے گا۔

قادیانیت کا ناسور اور آئین پاکستان

پروفیسر عرفان محمود برق (چیئرمین ختم نبوت ونگ شیران اسلام پاکستان)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکار فرنگی برصغیر میں کوئی افیون کی گولیس کھا کر نہیں آیا تھا بلکہ یہ برصغیر پر قبضہ کر کے مسلمانوں کو اپنا دائمی غلام بنانا چاہتا تھا۔ اس مقصد کے حصول کے لئے اس نے مغل بادشاہوں سے حکومت چھینی اور قبضہ گروپ بن کر برصغیر میں کالا ناگ بن کر بیٹھ گیا۔ اس کے ردعمل میں مسلمان جذبہ جہاد سے سرشار ہو کر اس کے خلاف برسرپیکار ہو گئے۔ انگریز تو برصغیر کو سونے کی چڑیا سمجھ کر یہاں وارد ہوا تھا، وہ یہاں سے نکلنے کو بہت بڑا خسارہ سمجھتا تھا، لہٰذا اس نے مسلمانوں کے جذبہ جہاد کو کچلنے کے لئے ایڑی چوٹی اک زور لگا دیا۔ کبھی علماء کرام کو درختوں قطار در قطار لٹکا کر سزائے موت دی، کبھی سور کی کھالوں میں سینے کے بعد نذر آتش کر دیا جاتا، کبھی قرآن کو سمندروں اور دریاؤں میں پھینکا جاتا، کبھی مجاہدین کو خاک وخون میں تڑپایا جاتا، لیکن چشم فلک شاہد ہے کہ وہ ظالم اپنی دسیسہ کاریوں میں ناکام رہے نہ جذبہ جہاد مٹ سکا نہ راہِ حق میں شہادت کا جام پینے کی تڑپ کم ہوئی، نہ پرچم اسلام کو بلند رکھنے کے عزم میں ضعف آیا، نہ میدان سرفروشی میں کود جانے کی لگن کم ہوئی۔ انگریز کے سارے حربے ناکامی کی بھینٹ چڑھ گئے تو اسے ایک جھوٹے نبی کی سوجھی جس کے ذریعے اپنی ٹوٹی ضسرتوں میں زندگی کی رمق پیدا کرنے کی امید قائم کی گئی۔ مرزا قادیانی ان دنوں میں سیالکوٹ کی کچہری میں بطور منشی 15 روپے ماہوار پر ملازمت کرتا تھا، یہ پاک خاندانی غدار تھا۔ اس کے باپ مرزا غلام مرتضٰی نے 1857ء کی جنگ آزادی میں مسلمانوں سے غداری کرتے ہوئے انگریزوں کو 5 گھوڑے مع سوار تحفۃ دیئے تھے۔ جس کا اعتراف خود مرزا قادیانی نے اپنی کتاب میں کیا ہے۔ مرزا قادیانی بہت بڑا لالچی انسان تھا۔ لوگوں کے دلوں سے عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اور جذبہ جہاد نکالنے کے لئے انگریز نے اسے خرید لیا۔

اس بدبخت نے اپنے کتابوں میں جہاد کو حرام قرار دیا۔ (نعوذ باللہ)

خود کو اللہ کا نبی، رسول اور میں محمد کہا (نعوذ باللہ)

اپنے منہ سے نکلنے والی ھفوات وبکواسات کو قرآن واحادیث لکھا۔ (نعوذ باللہ)

اپنے غلیظ خاندان کو اہلبیت قرار دیا۔ (نعوذ باللہ) اپنی بیٹی کو سیدۃ النساء تحریر کیا۔ (نعوذ باللہ)

اپنی ناپاک بیویوں کو امہات المومنین بکا۔ (نعوذ باللہ) اپنے مرتد ساتھیوں، چیلوں چانٹوں کو صحابہ کرام کا نام دیا۔ (نعوذ باللہ)

اپنے گندے شہر قادیان کو مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ سے افضل مانا۔ (نعوذ باللہ)

پوری امت مسلمہ جو مرزا قادیانی کو نبی نہیں مانتے انہیں ولد الحرام، سور اور کنجریوں کی اولاد ٹھہرایا۔ (نعوذ باللہ)

اپنے 313 گماشتوں کو اصحابہ بدر بتایا۔ (نعوذ باللہ)

اس کذاب مرزا قادیانی نے اپنی کتابوں میں اللہ رب العزت کی شان میں گستاخیاں کیں، حضور محسن انسانیت تاجدار ختم نبوت حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی ختم نبوت اور عزت وناموس پر رکیک جملے کہے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی شان اقدس میں ہرزہ سرائی کی اور جہاد کے بارے میں بکواسات کیں۔ ثبوت کے طور پر چند ایک گستاخیاں نقل کی جاتی ہیں۔

اللہ پاک کی شان اقدس میں مرزا قادیانی کی گستاخیاں:

☆ ...''وہ خدا جس کے قبضے میں ذرہ ذرہ ہے اس سے انسان کہاں بھاگ سکتا ہے، وہ فرماتا ہے کہ میں چوروں کی طرح پوشیدہ آؤں گا''۔ (نعوذ باللہ)۔(تجلیات الٰہیہ درروحانی خزائن جلد ۲۰ ص ۳۹۶ از مرزا قادیانی)

☆ ۔''وہ خدا جو ہمارا خدا ہے، ایک کھا جانے والی آگ ہے''۔(نعوذ باللہ)۔(سراج منیر ص ۵۵، روحانی خزائن جلد ۱۲ ص ۵۷، مرزا قادیانی)

☆ ...''میں (خدا) خطا کروں گا۔ میں اپنے رسول کے ساتھ محیط ہوں''۔(نعوذ باللہ)(حمامۃ البشریٰ جلد ۲ ص ۸۹، مجموعہ الہامات، مرزا مرتبہ محمد منظور احمد)

☆ .خدا مجھ سے ہے اور میں خدا سے ہوں۔(نعوذ باللہ)۔(دافع البلاء، ص ۶، درروحانی خزائن جلد ۱۵ اص ۲۸۸)

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخیاں:

☆ .مگر تم خوب توجہ کر کے سن لو کہ اب اسم محمد کی تجلی ظاہر کرنے کا وقت نہیں، یعنی اب جلالی رنگ کی کوئی خدمت باقی نہیں کیونکہ مناسب حد تک وہ جلال ظاہر ہو چکا، سورج کی کرنوں کی اب برداشت نہیں۔ اب چاند کی ٹھنڈی روشنی کی ضرورت ہے اور وہ احمد کے رنگ میں ہو کر میں ہوں۔(نعوذ باللہ)۔(اربعین نمبر ۴، صفحہ ۱۰۳، مندرجہ روحانی خزائن جلد ۱۸ ص ۴۴۹، ۴۴۶ از قادیانی)

☆ .مجھے بروزی صورت میں نبی اور رسول بنایا ہے اور بنا پر خدا نے بار بار میرا نام نبی اللہ رسول اللہ رکھا، مگر بروزی صورت میں میرا نفس درمیان میں نہیں ہے بلکہ محمد مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ہے اسی لحاظ سے میرا نام محمد اور احمد ہوا۔ پس نبوت اور رسالت کسی دوسرے کے پاس نہیں گئی۔ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی چیز محمد کے پاس ہی رہی۔(نعوذ باللہ)(ایک غلطی کا ازالہ ص ۱۲، مندرجہ روحانی خزائن جلد ۱۰ اص ۲۱۶ از مرزا قادیانی)

مرزا قادیانی کذاب کا نام نہاد بیٹا مرزا البشیر احمد یوں ہذیان بکتا ہے:

☆ .مسیح موعود (مرزا قادیانی) خود محمد رسول اللہ ہے جو اشاعت اسلام کے لئے دوبارہ دنیا میں تشریف لائے اس لئے ہم کو کسی نئے کلمہ کی ضرورت نہیں۔ ہاں اگر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی جگہ کوئی اور آتا تو ضرورت پیش آتی۔(نعوذ باللہ)(کلمۃ الفصل ص ۱۵۸، از مرزا البشیر احمد)

مرزا قادیانی منکر جہاد: مرزا قادیانی کذاب جہاد کے بارے میں یوں ہرزہ سرائی کرتا ہے

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال دیں کے لئے منع ہے اب جنگ وقتال (نعوذ باللہ)

ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص ۲۸، مندرجہ روحانی خزائن جلد ۱۷ اص ۸۸ از مرزا قادیانی)

☆ .بعض احمق اور نادان سوال کرتے ہیں کہ اس گورنمنٹ سے جہاد کرنا درست ہے یا نہیں۔ سو یاد رہے کہ یہ سوال نہایت حماقت ہے کیونکہ جن کے احسانات کا شکر کرنا عین فرض اور واجب ہو اس سے جہاد کیسا؟ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ محسن (انگریز گورنمنٹ) کی بدخواہی ایک حرامی اور بدکار آدمی کا کام ہے۔(نعوذ باللہ)۔(شہادت القرآن ص ۸۴، از مرزا قادیانی)

☆ ...میں یقین رکھتا ہوں کہ جیسے جیسے میرے مرید بڑھیں گے ویسے مسئلہ جہاد کے معتقد کم ہوتے جائیں گے، کیونکہ مجھے مسیح اور مہدی مان لینا ہی جہاد کا انکار کرنا ہے۔(نعوذ باللہ)(مجموعہ اشتہارات، جلد ۳ ص ۲۱۹، از مرزا قادیانی)

قادیانیوں کے بارے میں اسلامی نظریاتی کونسل (حکومت پاکستان) کا موقف

طے پایا کہ مرزائی احمدی (قادیانی) ہوں یا لاہوری از روئے قرآن وسنت اور اجماع امت کافر اور مرتد ہیں اور اسلام سے خارج ہیں نیز از روئے دستور بھی غیر مسلم ہیں۔(اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان)

12 اگست 1984ء کو پاکستان کی وفاقی شرعی عدالت نے قادیانیوں کی طرف سے امتناع قادیانیت آرڈیننس کے خلاف دائر کردہ درخواست کو مسترد کر دیا۔ مجموعہ تعزیرات پاکستان (ایک نمبر 45 بابت 1960ء میں نئی دفعات 298ب اور 298ج کا اضافہ:
مجموعہ تعزیرات پاکستان (ایکٹ نمبر 45-1960ء) میں باب 15 میں دفعہ 298 الف کے بعد حسب ذیل نئی دفعات کا اضافہ کیا جائے گا یعنی 298ب بعض مقدس شخصیات یا مقامات کے لئے مخصوص القاب، اوصاف یا خطابات وغیرہ کا ناجائز استعمال۔
(الف): حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے خلیفہ یا صحابی کے علاوہ کسی شخص کو امیر المومنین مخاطب کرے۔
(ب): حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی زوجہ مطہرہ کے علاوہ کسی ذات کو ام المومنین کے طور پر منسوب کرے یا مخاطب کرے۔
(ج): اپنی عبادت گاہ کو مسجد کے طور پر منسوب کرے یا پکارے تو اسے کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لئے دی جائے جو تین سال تک ہو سکتی ہے اور وہ جرمانے کا بھی مستوجب ہوگا۔
(د): قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو خود کو احمدی یا کسی دوسرے نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی شخص جو الفاظ کے ذریعے خواہ زبانی ہو یا تحریری یا مرئی نقوش کے ذریعے اپنے مذہب کے لئے بلانے کے طریقے یا صورت کو اذان کے طور پر منسوب کرے یا اس طرح اذان دے جس طرح مسلمان دیتے ہیں تو اسے کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لئے دی جائے گی جو تین سال ہو سکتی ہے اور وہ جرمانے کا مستوجب بھی ہوگا۔
آئین پاکستان میں ترمیم: ستمبر 1974ء میں پاکستان کی منتخب قومی اسمبلی قومی اسمبلی نے متفقہ طور پر قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا تھا۔ جس کے تحت آئین کی دفعہ 260 میں حسب ذیل نئی شقیں درج کی گئی جو شخص حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم جو آخری نبی ہیں، کے خاتم النبیین ہونے کا قطعی اور غیر مشروط طور پر ایمان نہیں رکھتا یا جو حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے بعد کسی بھی مفہوم میں یا کسی بھی قسم کا نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے یا کسی ایسے مدعی کو نبی یا دینی مصلح تسلیم کرتا ہے وہ آئین یا قانون کے اغراض کے لئے مسلمان نہیں ہے۔
امتناع قادیانیت آرڈیننس (1884): 26 اپریل 1984ء کو صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق (مرحوم) نے قادیانیوں کی خلاف اسلام سرگرمیوں کو روکنے کے لئے امتناع قادیانیت آرڈیننس جاری کیا۔

قادیانیوں کے خلاف اعلیٰ عدالتوں کے فیصلے

جسٹس میاں محبوب احمد کا موقف: عقیدہ ختم نبوت کی پاسبانی کا فریضہ اس امت پاک کے سپرد کیا گیا ہے، ہم اپنے قلم سے، اپنے علم سے، اپنے آنسوؤں سے اور اپنی محبت کے چراغوں سے اس کی پاسبانی کا حق ادا کرتے ہیں۔ (عقیدہ ختم نبوت کے تہذیبی اثرات، جسٹس میاں محبوب احمد چیف جسٹس لاہور ہائی کورٹ)
جسٹس میاں نذیر اختر کا فیصلہ: مرزا غلام احمد اور اس کے پیروکار غیر مسلم ہیں اور ایک جداگانہ گروہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ وہ امت مسلمہ کا جزو نہیں ہیں۔ (مسٹر جسٹس میاں نذیر اختر لاہور ہائی کورٹ)
سیشن کورٹ بہاولپور کا فیصلہ (1935)ء: عام لوگ یعنی امت مسلمہ قادیانیوں کی سرگرمیوں اور ان کے مذہب کا اصل مذہب کا اصل دھارا پاک صاف اور غلاظت سے محفوظ رہے اور امت کی یکجہتی بھی برقرار رہے۔
جسٹس خلیل الرحمان خان کا فیصلہ: اگر کسی احمدی قادیانی کو انتظامیہ کی طرف سے یا قانوناً شعائر اسلام کا اعلانیہ اظہار کرنے یا انہیں پڑھنے کی اجازت دے دی جائے تو یہ اقدام اس کی شکل میں ایک اور رشدی تخلیق کرنے کے مترادف ہوگا۔ جب کوئی احمدی یا قادیانی سرے عام

کسی بلے کارڈ، بیج یا پوسٹر پر کلمہ کی نمائش کرتا ہے یا دیوار یا نمائشی دروازوں یا جھنڈوں پر لکھتا ہے یا دوسرے شعائر اسلامی کا استعمال کرتا ہے یا انہیں پڑھتا ہے تو یہ اعلانیہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے نام نامی کی بے حرمتی اور دوسرے انبیاء کرام کے اسمائے گرامی کی توہین کے ساتھ ساتھ مرزا قادیانی کا مرتبہ اونچا کرنے کے مترادف ہے جس سے مسلمانوں کا مشتعل ہونا اور طیش میں آنا ایک فطری بات ہے۔

جسٹس عبدالقدیر چوہدری، جسٹس ولی محمد خاں، جسٹس محمد افضل لون، جسٹس سلیم اختر۔(1939 A.C.M.R. 1718)

غرقاب عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے قادیانیوں کے بارے میں دو تاریخی جملے کہے تھے۔

1: قادیانیت یہودیت کا چربہ ہے۔

2: قادیانی اسلام اور وطن دونوں کے غدار ہیں۔

قادیانیوں کی اسلام اور وطن سے حداریوں کی فہرست شیطان کی آنت سے بھی زیادہ لمبی ہے۔

☆......انھوں نے پاکستان کے وجود کو آج تک تسلیم نہیں کیا۔ بلکہ ان کا عقیدہ ہے کہ پاکستان ٹوٹ جائے گا اور اکھنڈ بھارت بنے گا۔

☆......اس جماعت نے خلافت عثمانیہ کی تباہی پر قادیان میں جشن منایا تھا۔

☆......شاتم رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام راجپال کو قتل کرنے والے عظیم عاشق رسول علم الدین شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر تنقید کرتے ہوئے جماعت مرزائی کے دوسرے خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود نے کہا تھا "وہ نبی بھی کیا نبی ہے جس کی حفاظت کے لئے خون میں ہاتھ رنگنے پڑیں"

☆......جس کے نمائندہ وزیر خارجہ سر ظفر اللہ نے بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کی نماز جنازہ اس لئے نہ پڑھی کیونکہ قائداعظم قادیانیوں کے نزدیک کافر تھے کہ وہ مرزا قادیانی کو نبی نہیں مانتے تھے۔

☆......انھوں نے سقوط مشرقی پاکستان پر ربوہ کے بازاروں میں بھنگڑا ڈالا۔ ☆......انھوں نے شاہ فیصل کی شہادت پر جشن منایا۔

☆......انھوں نے ذوالفقار علی بھٹو کی موت پر جشن مناتے ہوئے حلوے کی دیگیں تقسیم کیں اور بھٹو کو ایک غلیظ جانور سے تشبیہ دی۔

☆......انھوں نے کہوٹہ ایٹمی پلانٹ کا ماڈل امریکہ پہنچایا۔

☆......اور ان سب سے بڑھ کر یہ کہ انہوں نے ایک فاتر العقل، بدشکل، افیونی کو محمد رسول اللہ متعارف کروایا (نعوذ باللہ)

اے محبان پاکستان!

آج یہود و نصاریٰ کے یہ ایجنٹ پوری دنیا میں اسلام اور پاکستان کو بدنام کرنے کی سازشیں کر رہے ہیں۔ لوگوں کے ایمانوں کی ارتداد کی چھری سے ذبح کر رہے ہیں۔ نئی نئی سازشیں ہو رہی ہیں، نئے نئے جال بنے جا رہے ہیں۔ دشمن گھر کی دیوار میں نقب لگا چکا ہے، خدارا بیدار ہو جاؤ، ہوشیار ہو جاؤ، اسلام و وطن کے ان غداروں سے برسرپیکار ہو جاؤ۔ ارض وطن کا پتا پتا، بوٹا بوٹا اور ذرہ ذرہ پاک وطن کے مکینوں کو چیخ چیخ کر صدا دے رہا ہے۔

چھپا کر آستیں میں بجلیاں رکھی ہیں گردوں نے
عنادل باغ کے غافل نہ بیٹھے آشیانوں میں

اور

رات اندھیری سونا جنگل چھائی بدلی کالی ہے
سونے والو جاگتے رہیو چوروں کی رکھوالی ہے

جرائتوں کا قافلہ رواں دواں

صاحبزادہ پیر رانا محمد عطاء الحق نقشبندی حسینی سر پرست اعلیٰ ''شیران اسلام پاکستان'' کی صدارت میں مرکزی انتخابات کا انعقاد مرکزی مجلس شوریٰ نے حافظ محمد اظہر نعیم کو مرکزی امیر اور محمد آفتاب احمد کو مرکزی ناظم اعلیٰ منتخب کر لیا۔

اللہ جل مجدہ کے خصوصی فضل وکرم اور محبوب پاک حضور نبی کریم ﷺ کی نگاہ لطف وکرم پر بھروسہ کرتے ہوئے یکم اکتوبر 2000ء کے دن بانی کریم حضور مفکر اسلام رحمۃ اللہ علیہ کی برکتوں بھری قیادت وسیادت میں ''شیران اسلام پاکستان'' کی بنیاد رکھی گئی۔ ''شیران اسلام پاکستان'' عرصہ بیس سالوں سے فروغ عشق رسول کی تحریک، نظریہ پاکستان کے تحفظ اور نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کے مشن، بدعقیدگی، لادینیت، جہالت اور سماجی برائیوں کے خلاف جہاد، قادیانی فتنے کی سرکوبی کی جدوجہد، عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کا عہد اور اولیاء کرام کے افکار ونظریات کو اپنانے اور پھیلانے کی تگ ودتاز لیے میدان عمل میں سرگرم عمل ہے۔ ماہنامہ مجلہ الحقیقہ سمیت بیشمار علمی لٹریچر اور ضخیم ختم نبوت نمبر کی کئی جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔500 سے زائد قادیانی خاندان حلقہ بگوش اسلام ہو چکے ہیں اور یہ تعداد روز افزوں ہے۔ الحمد للہ!

لحہ موجود میں اہل اسلام کو اپنے پیارے کریم آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخانہ خاکوں کی اشاعت سے انتہائی بے چینی اور رنجیدگی کا سامنا ہے جو کہ انتہائی گھمبیر اور دردناک ہے۔ یہ بات اب اظہر من الشمس ہو گئی ہے کہ صرف اسلام کی تعلیمات ہی اقوام عالم کے جملہ اجتماعی اور انفرادی مسائل کے حل کا واحد اور آخری حل ہے۔ مزید پاکستان کا اسلامی تشخص اور اس کے دستور کی نظریاتی بنیادیں اسلام سے خائف عالمی قوتوں کا خصوصی ہدف ہے۔

ان حالات میں ''شیران اسلام پاکستان'' کی موجودہ قیادت 31 دسمبر 2020ء میں اپنی مدت انتخاب پوری کر رہی تھی۔ اس سلسلہ میں صاحبزادہ پیر رانا محمد عطاء الحق نقشبندی حسینی سر پرست اعلیٰ ''شیران اسلام پاکستان'' کی مشاورت سے مرکزی مجلس شوریٰ کا اہم ترین اجلاس یک نکاتی ایجنڈا ''نئی مدت کے لیے مرکزی امیر کے انتخاب'' پر 27 دسمبر 2020ء بروز اتوار دن 10:00 بجے نقش لاثانی یونیورسٹی نقش لاثانی نگر، شکر گڑھ میں صاحبزادہ پیر رانا محمد عطاء الحق نقشبندی حسینی سر پرست اعلیٰ ''شیران اسلام پاکستان'' کی صدارت میں منعقد ہوا۔ مرکزی مجلس شوریٰ نے آئندہ تین سال (سیشن: 2021 تا 2023) کے لیے مرکزی امیر اور ناظم اعلیٰ کے انتخابات میں حافظ محمد اظہر نعیم کو مرکزی امیر اور محمد آفتاب احمد کو مرکزی ناظم اعلیٰ منتخب کر لیا۔ مرکزی انتخاب کے لیے درج ذیل طریقہ کار اختیار کیا گیا:

الف۔ امارت کی مدت کے اختتام پر مجلسِ شوریٰ سر پرستِ اعلیٰ کی مشاورت سے جناب اسد حسینی صاحب کو ناظمِ انتخاب مقرر کیا گیا۔

ب۔ مرکزی ناظمِ اعلیٰ نے، ناظمِ انتخاب کے منتخب ہونے کے بعد الوداعی خطاب کیا اور مجموعی کارکردگی سے آگاہ کیا۔ مزید اجلاس کی کارروائی ناظمِ انتخاب جناب اسد حسینی کے سپرد کر کے بحیثیت رکن اجلاس میں شامل ہو گئے۔ جناب اسد حسینی ناظمِ انتخاب نے جملہ اراکین شوریٰ کو اپنے خیالات کے اظہار کے لیے انفرادی طور پر موقع دیا جس پر تمام اراکین نے مرکزی انتخابات کے حوالہ سے اپنی رائے کا اظہار کیا۔

پ۔ مرکزی امیر الوداعی خطاب کے بعد اپنا عہدہ چھوڑ کر ایک رکن کی حیثیت سے اجلاس کی کاروائی میں شامل ہو گئے۔

ت۔ مرکزی مجلسِ شوریٰ نے مرکزی امیر کے لئے تین نام تجویز کئے۔ جبکہ مجوزہ دونوں شخصیات حافظ محمد اظہر نعیم کے حق میں دستبردار ہو گئیں۔ اسطرح حافظ محمد اظہر نعیم بطور مرکزی امیر کثرت رائے سے منتخب ہو گئے۔

ٹ۔ نو منتخب مرکزی امیر حافظ محمد اظہر نعیم نے سر پرستِ اعلیٰ صاحبزادہ پیر رانا محمد عطاء الحق نقشبندی حسینی سے باہم مشاورت کے بعد محمد آفتاب احمد کا نام بطور مرکزی ناظم اعلیٰ مرکزی مجلس شوریٰ میں پیش کیا جو کہ اتفاق رائے قبول کیا گیا۔

ث۔ صاحبزادہ پیر رانا محمد عطاء الحق نقشبندی حسینی سر پرست اعلیٰ ''شیران اسلام پاکستان'' نے نو منتخب مرکزی امیر حافظ محمد اظہر نعیم اور نو منتخب مرکزی ناظم اعلیٰ محمد آفتاب احمد سے حلف لیا۔

ج۔ آخر میں ناظم انتخاب جناب اسد حسینی نے اپنے الوداعی کلمات کے بعد اجلاس کی کارروائی نومنتخب مرکزی ناظم اعلیٰ کے سپرد کردی۔
صاحبزادہ پیر رانا محمد عطاء الحق نقشبندی حسینی سرپرست اعلیٰ "شیران اسلام پاکستان" نے نئی قیادت کو مبارکباد پیش کی اور موجودہ حالات میں پالیسی بنانے کے فوری ہدایت کی۔ اس موقع پر نومنتخب مرکزی امیر "شیران اسلام پاکستان" حافظ محمد اظہر نعیم نے مرکزی مجلس شوریٰ کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ عالم کفر متحد اور بیدار ہے مگر بدقسمتی سے عالم اسلام باہم دست وگریباں اور امت کے ہمہ گیر مفہوم و معانی سے عاری ہے۔ یہود و ہنود کا گٹھ جوڑ نہ صرف مقبوضہ فلسطین و کشمیر میں مزید صورتحال کو ابتر بنائے گا بلکہ عالم اسلام کے لیے بڑے خطرے کا پیش خیمہ بھی بنے گا۔ بالخصوص اسرئیل عالمی قوتوں کی پشت پناہی سے توسیع پسندانہ ایجنڈا پر ڈھٹائی سے آگے بڑھ رہا ہے جس کی وجہ سے مشرق وسطیٰ کے حالات انتہائی خراب ہونے کا اندیشہ ہے۔
انہوں نے مزید کہا کہ دوسری طرف ہندوستان وطن عزیز میں مسلسل دہشت گردی کا مرتکب ہو رہا ہے اور افواج پاکستان کے غیور اور جری سپاہی اپنے خون سے تاریخ رقم کر رہے ہیں۔ اس دور پرفتن اور پریشان کن حالات میں "شیران اسلام پاکستان" کی نئی قیادت امت مسلمہ اور وطن عزیز پاکستان کو درپیش چیلنجز سے نبرد آزما ہونے کے لیے ہر محاذ پر تقویت فراہم کرے گی۔ نسل نو کو دو قومی نظریہ اور مصطفوی فکر سے روشناس کروائے گی۔ صوفیاء کرام کے مشن سے ہم آہنگ ہو کر جہاد کی قوت سے مالا مال کرے گی۔ ان خیالات کا اظہار نومنتخب مرکزی امیر "شیران اسلام پاکستان" حافظ محمد اظہر نعیم نے مرکزی مجلس شوریٰ کے اجلاس سے کیا۔
اس موقع پر خطاب کرتے ہوئے نومنتخب مرکزی ناظم اعلیٰ محمد آفتاب احمد خطاب کرتے ہوئے کہا کہ تحفظ عقیدہ ختم نبوت کے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کریں گے۔ اس حساس معاملہ پر پورے ملک میں تربیتی ورکشاپ کا منعقد کریں گے۔ انہوں نے مزید کہا کہ لمحہ موجود میں عالم اسلام بلخصوص وطن عزیز پاکستان اندرونی و بیرونی سازشوں کا شکار ہے۔ اسلام کے نام پر حاصل یہ ملک ہنود و یہود کی آنکھ میں کانٹے کی طرح کھٹک رہا ہے۔ اسلام دشمن قوتیں کو کسی بھی صورت میں پاکستان میں امن آمان پسند نہیں اور وہ مختلف حیلوں بہانوں سے پاکستان میں دہشت گردی کو فروغ دینا چاہتے ہیں۔ "شیران اسلام پاکستان" وطن عزیز میں جاری حالیہ دہشت گردی کی پرزور مذمت کرتے ہیں اور "شیران اسلام پاکستان" کے لاکھوں نوجوان پاک افواج شانہ بشانہ وطن عزیز کے اندرونی و بیرونی دشمنوں کو شکست فاش دینے کے لئے تیار ہیں۔ تحفظ عقیدہ ختم نبوت کے لیے کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کیا جائے گا۔
انہوں نے اپنے خطاب میں سابق مرکزی امیر صاحبزادہ خواجہ محمد ناصر رحمانی رحمۃ اللہ علیہ کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ انہوں نے اپنی حیات مستعار میں ملکی، ملی، تنظیمی و مذہبی سرگرمیوں میں نہایت مرکزی اور متحرک کردار ادا کیا۔ "شیران اسلام پاکستان" کے پلیٹ فارم سے تحریک تحفظ عقیدہ ختم نبوت کو ملک بھر میں منظم کیا اور فتنہ قادیانیت کی سرکوبی کے لیے مرتے دم تک مجاہدانہ کردار ادا کرتے رہے۔ تنظیمی اور ادارہ جاتی معاملات کو نہایت خوش اسلوبی سے منظم اور مضبوط کیا۔ عدلیہ بحالی تحریک میں ہراول دستہ کا کردار ادا کیا۔
انہوں نے اپنی دو سالہ کارکردگی (20 - 2018) پیش کرتے ہوئے "شیران اسلام پاکستان کی مجموعی کارکردگی پر روشنی ڈالی جس کے نمایاں نقاط درج ذیل ہیں:

☆۔ مرکزی مجلس شوریٰ کے اجلاس: 03 ☆۔ کابینہ کے اجلاس: 20 ☆۔ پالیسی ساز سرکلر: 05

☆۔ تنظیمی دورہ جات: 11 ☆۔ تنظیم سازی: شمالی پنجاب، جنوبی پنجاب، بلوچستان، سندھ بالخصوص کراچی، آزاد کشمیر

☆۔ حلقہ درود و سلام: +100 ☆۔ پروگرامز: +200 ☆۔ مجلۃ الحقیقہ: ضخیم ختم نبوت نمبر و اہل سنت نمبر

شعبہ ختم نبوت ☆۔ **پروفیسر عرفان محمود برق چیئرمین شعبہ ختم نبوت کے +600 لیکچرز** اور نومسلم کی مجموعی تعداد: 573

نئے پروگرام ☆۔ شیران اسلام ٹی وی کا اجراء اور بچوں کو نمازی بنانے کے لیے سائکل کی تقسیم

آخر میں بارگاہ خیر الانام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں درود و سلام کا نذرانہ پیش کیا گیا اور صاحبزادہ پیر رانا محمد عطاء الحق نقشبندی حسینی سرپرست اعلیٰ "شیران اسلام پاکستان" نے دعائے خیر کی۔ مرکزی مجلس شوریٰ جملہ اراکین نے نئی قیادت کو مبارکباد پیش کیا اور اپنے ہر طرح کے تعاون کی یقین دہانی کی۔

Monthly Mujjalah
AL-HAQIQA
Reg No: C.P.L.208
January 2021

